سہ ماہی

سفینۂ بخشش

کراچی













بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

حامد و محمود اور حماد و احمد کر مجھے
میرے مولا حضرت حامد رضا کے واسطے

یا خدا اختر رضا کو چرخ پر اسلام کے
رکھ درخشاں ہر گھڑی اپنی رضا کے واسطے

بیاد
شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام
حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی
محمد حامد رضا خان
قادری رضوی بریلوی

ماہنامہ سفینۂ بخشش کراچی

بفیضان
وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم
تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی
محمد اختر رضا خان
قادری ازہری بریلوی

جلد نمبر۲ ...... شمارہ نمبر۴
ربیع الثانی / جمادی الاولیٰ / جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

فہرست

فی شمارہ: 15 روپے
زر سالانہ: 150 روپے

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن کراچی نے دار الطباعت ... جامع مسجد دار السلام، اورنگ آباد، ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

163/12 نزد جامع مسجد دار السلام اورنگ آباد، ناظم آباد کراچی
رابطہ

ای میل
0333-2296205....0321-2949572
bagheraza@yahoo.com
bagheraza@hotmail.com

اداریہ

ادارہ

قرآن کتاب ہدایت ہے لیکن......!

یقیناً قرآن کتاب ہدایت بھی ہے، ضابطۂ حیات بھی ہے، ذریعہ نجات بھی ہے، خود خالق کائنات نے قرآن مجید کو "ھُدًی لِّلنَّاس" لوگوں کے لئے ہدایت، فرمایا ہے لیکن اس سے ہدایت ملتی کسے ہے، اگر قرآن سے سب ہی ہدایت پا سکتے تو یہ گروہ بندیاں اور فرقے، لڑائی جھگڑے، جنگ وجدال کیوں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ" یہ ہدایت ہے نیکوں اور پرہیزگاروں کے لئے، مجھ سے ڈرنے والوں کیلئے۔ یہی لوگ قرآن سے ہدایت پاتے ہیں ورنہ "یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا" بے شمار اس قرآن کو پڑھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسے پڑھ کر گمراہ کون ہوتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: "وَمَا یُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ" اسے پڑھ کر گمراہ نہیں ہوتے مگر فاسق اور نافرمان۔

اس کتاب ہدایت کے پڑھنے والے گمراہ کیوں ہو جاتے ہیں، قرآن فرماتا ہے اس لئے کہ "تُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" "یعنی بعض آیات پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے منکر ہو جاتے ہیں۔ امام احمد رضا خان قادری ﷫ رقم طراز ہیں: "امر دین کا مدار اور وہ جس پر نجات موقوف ہے پورے قرآن عظیم پر ایمان لانا ہے تو اکثر گمراہ یوں ہی گمراہ ہوئے کہ بعض آیتوں پر ایمان لائے اور بعض سے منکر ہو بیٹھے جیسے "قدریہ" (کہ اپنے آپ کو خود اپنے افعال کا خالق جانتے ہیں) اس آیت پر تو ایمان لائے کہ: "ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔" اور اس آیت سے منکر ہو بیٹھے کہ: "اللہ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔" اور "جبریہ" (کہ انسان کو پتھر کی طرح مجبور جانتے ہیں) اس آیت پر ایمان لائے: "تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو مالک سارے جہاں کا۔" اور اس آیت کے منکر ہوئے: "یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں۔" اور "خارجی" (کہ مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں) اس آیت کریمہ پر ایمان لائے کہ: "بیشک فاجر لوگ ضرور جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں جائیں گے۔" اور اس آیت کے منکر ہوئے: "بیشک اللہ کفر کو نہیں بخشتا اور اس کے نیچے جتنے گناہ ہیں، جسے چاہے بخش دیتا ہے۔" اور گمراہ "مرجیہ" (جو کہتے ہیں کہ مسلمان کو کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا) اس آیت پر ایمان لائے کہ: "اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔" اور اس آیت کے منکر ہوئے کہ: "کوئی برا کام کرے گا اسے بدلہ دیا جائے گا۔" اور اس کی مثالیں اور بہت ہیں۔"

جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت عام ہے ایسے ہی قرآن عظیم کی ہدایت عام ہے۔ یہ کسی گروہ، علاقے، زمانے یا قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ اسی لئے جب اسلام عرب سے نکل کر عجمی علاقوں میں پہنچا تو قرآن کے ترجمہ کی ضرورت پیش آئی تاکہ غیر عرب بھی احکام خداوندی سمجھ سکیں۔ ترجمہ قرآن سے متعلق مباحث کثیر ہیں سر دست ہم صرف صحیح ترین اور سب سے زیادہ پڑھے جانے والے ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" سے متعلق چند معروضات پیش کریں گے۔

برصغیر میں انگریز کے وارد ہونے سے قبل اسلامیان ہند متفقہ عقائد کے حامل تھے۔ انگریزوں نے ہندوستان پر مکمل قابض ہو جانے کے بعد اقتدار سے محروم کئے گئے مسلمانان ہند پر نہ صرف سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی مظالم کی انتہاء کی بلکہ انہیں ان کے دین سے پھیر دینے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ انگریز شاطر نے جس طرح غداروں اور لالچیوں کے ذریعہ جنگ کا میدان جیتا تھا، اسی طرح اس نے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کا منصوبہ بنایا۔ ہندوستان بھر میں انہوں نے ایسے افراد کی تلاش شروع کر دی کہ جو ہوں تو مسلمانوں ہی میں سے، عالم، مولوی کہلاتے ہوں، صوفی یا ولی کا لبادے میں ہوں، جبہ و دستار کے پردہ میں ہوں لیکن ان کے منہ میں زبان انگریز کی ہو، اور وہ اپنی اس چال میں انتہائی کامیاب رہے۔

اہل اسلام کے نزدیک اجتماعی اور انفرادی سطح پر قرآن عظیم کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اسے ہی اپنے فتنوں کی بنیاد بنایا گیا۔
اول، ان لوگوں کے ذریعہ قرآن کریم کے غلط تراجم اور مفاہیم عوام الناس میں پھیلائے گئے۔ دوم، یہ سوچ عوام کو دی گئی کہ قرآن آسان ہے اسے ہر شخص کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کی ذہنی استعداد اور علمی وقعت کچھ بھی ہو، عربی جانتا ہو یا نہیں قرآن کریم کے اسرار ورموز کو سمجھنے کیلئے ضروری بنیادی علوم سے واقف ہو یا نہیں۔ اسی فکر نے برصغیر میں فرقہ واریت کی بنیاد رکھی ہر ایرا غیرا قرآن کو اپنی عقل کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرنے لگا اور نتیجہ یہ نکلا کہ جو اپنی کھوپڑی میں آجائے وہی وحی الٰہی ہے اور جو کوئی اس کو نہ مانے کافر ہے۔ اس طرز عمل نے امت کو گروہوں میں تقسیم کر دیا اور یہ تقسیم در تقسیم آج تک جاری ہے۔ یہ کارنامہ سرانجام دینے والوں کیلئے رب کریم کا ارشاد ہے: "اُولٰٓـئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡھُدٰی" {یہ لوگ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔}

قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ تو خود اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ لیا ہے یوں الفاظ قرآن تبدیلی وتحریف سے محفوظ ہیں اور رہیں گے اگرچہ انہیں بدلنے کی کوششیں پہلے بھی ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں۔ قرآن عظیم کو بنیاد بنا کر گمراہی پھیلانے والوں نے دو طریقہ استعمال کئے۔ ١.....قرآن عظیم کا غلط ترجمہ ٢.....قرآن عظیم کا غلط مفہوم ان دونوں کی ایک ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

غلط ترجمہ: "عصمت انبیاء" (یعنی انبیاء کا معصوم ہونا) بنیادی اسلامی عقائد میں سے ایک اہم ترین عقیدہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام شرک وکفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کیلئے باعث نفرت ہو جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ [اصول بزدوی، ص: ١٦٧، بحوالہ بہار شریعت / ج: ١ / باب: عقائد متعلقہ نبوت] لیکن اردو کے مترجمین قرآن نے بے شمار جگہ ترجمہ کرتے وقت اپنے مخصوص عقائد و نظریات کی ترویج کے لئے نہ صرف اس عقیدہ کو ٹھیس پہنچائی ہے بلکہ قرآن میں تحریف معنوی کے سزاوار بھی ہوئے۔ مثال کے طور پر آیت کریمہ: "وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی" [ضحیٰ: ٦] اکثر نام نہاد مترجمین (محمود الحسن دیوبندی، اشرف علی تھانوی دیوبندی، مرزا حیرت دہلوی غیر مقلد، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، فتح محمد جالندھری، عبد الستار دہلوی غیر مقلد، مودودی بانی جماعت اسلامی، محمد یسین جونا گڑھی، فرمان علی شیعہ) اس آیت کے ترجمہ میں ہادیٔ عالم محمد رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ گمراہ، بھٹکا ہوا، راہ بھولا، گم کردہ راہ، ناواقف قرار دیا ہے۔

قاری جب یہ ترجمے پڑھتا ہے تو مقام نبوت سے متعلق طرح طرح کے وسوسوں کا شکار ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ جب نبی (جن کی بعثت کا مقصد ہی انسانوں کی ہدایت ہے) خود ہی گمراہ، بھٹکے ہوئے، بھولے ہوئے، ناواقف راہ تھے تو دوسروں کو ہدایت کیسے دیں گے؟ یہ سب ان مترجمین کی خرافات ہیں قرآن عظیم ہادیٔ عالم ﷺ سے متعلق ارشاد فرماتا ہے: "مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی" {تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے} [ترجمۂ کنز الایمان] کیا ہادیٔ عالم ﷺ کو گمراہ اور بھٹکا ہوا قرار دینے والے خود گمراہ اور بھٹکے ہوئے نہیں ہیں؟ یہ لوگ مترجم قرآن تو درکنار مسلمان کہلانے کے بھی قابل نہیں ہیں۔ اب آیت کریمہ: "وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی" کا صحیح، ایمان افروز اور منشائے الٰہی کے مطابق ترجمہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے قلم سے ملاحظہ کیجئے: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" [ترجمۂ کنز الایمان]

غلط مفہوم: اب دوسرا طریقہ یہ کہ ترجمہ تو صحیح بیان کیا جائے لیکن مفہوم غلط اخذ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا" {تو عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔} [النساء: ١٣٩] "فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا" {تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے۔} [الفاطر: ١٠]

تو کیا کوئی عقل مند ان آیات سے یہ مفہوم اخذ کریگا کہ عزت ساری اللہ کیلئے باقی کسی کے لئے عزت نام کی کوئی چیز ثابت ہی نہیں۔ نہ بھائی کی کوئی عزت، نہ باپ کی، نہ استاد کی، نہ پیر کی، نہ عالم کی، نہ ولی کی، نہ صحابہ کی، نہ اہل بیت کی، نہ انبیاء کی، نہ ملائکہ کی۔ کیا عقل سلیم اس مفہوم کو قبول کرتی ہے؟ ہرگز نہیں! مگر برا ہو اس اسماعیل دہلوی کا جس نے توحید کے نام پر "تقویۃ الایمان" میں لکھ مارا: "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" [صفحہ: ٢٠] معاذ اللہ! خود قرآن اس باطل اور بے بنیاد عقیدہ کی تکذیب فرماتا ہے:.............. بقیہ صفحہ ۶ پر

بہار قرآن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ

کتاب محفوظ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر:۹]

ترجمہ: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ [کنز الایمان]

قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ سُورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنّت رضی اللہ عنہم نے گھٹادیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ لفظ بدل دیئے، کوئی کہتا ہے یہ نقص وتبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اُسے محتمل جانے بالا جماع کافر مرتد ہے۔ [فتاویٰ رضویہ جدید: ج:۱۴/ص:۲۵۹]

''بیضاوی شریف'' مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸ رمیں ہے: ''لحفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص'' {تبدیل وتحریف اور کمی وبیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔}

''جلالین شریف'' میں ہے: ''لحفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص'' یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے: {ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اسے بدل دے یا الٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھادے یا گھٹادے۔}

''جمل'' مطبع مصر جلد ۲ ص ۵۶۱ میں ہے: ''بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیہا التحریف والتبدیل بخلاف القرآن فانہ محفوظ عن ذلک لا یقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ و ینقص منہ حرفا واحدا او کلمۃ واحدۃ'' {یعنی بخلاف اور کتب آسمانی کے کہ ان میں تحریف وتبدیل نے دخل پایا اور قرآن اس سے محفوظ ہے۔ تمام مخلوق جب وانس کسی کی جان نہیں کہ اس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھادیں یا کم کردیں۔}

اللہ تعالیٰ سورۃ حم السجدہ میں فرماتا ہے: ''وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝'' [فصلت:۴۱،۴۲] {بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے، باطل کو اس کی طرف اصلا راہ نہیں، نہ سامنے سے نہ پیچھے سے، یہ اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے ہوئے کا}

''تفسیر معالم التنزیل شریف'' مطبوعہ بمبئی جلد ۳ رص ۳۵ رمیں ہے: ''قال قتادہ والسدی الباطل ھوالشیطان لایستطیع ان یغیر او یزید فیہ او ینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من ان ینقص منہ فیأتیہ الباطل من بین یدیہ او یزید فیہ فیاتیہ الباطل من خلفہ وعلی ھذا لمعنی الباطل الزیادہ والنقصان'' {یعنی قتادہ وسدی مفسرین نے کہا: ''باطل کہ شیطان قرآن میں کچھ گھٹا، بڑھا، بدل نہیں سکتا۔'' زجاج نے کہا: ''باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہوجائے تو باطل سامنے سے آئے، بڑھ جائے تو پس پشت سے اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔}

''فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت'' مطبع لکھنؤ ص ۴۱۷ رمیں ہے: ''اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعۃ انہ ذھب بعض اصحابھم الی ان القرآن العیاذ باللّٰہ کان زائدا علی ھذا المکتوب المقروء قد ذھب بتقصیر من الصحابۃ الجامعین العیاذ باللّٰہ، لم یختر صاحب ذلك التفسیر ھذا القول فمن قال بھذا القول فھو کافر لا نکارہ الضروری'' {یعنی میں نے طبرسی رافضی کی مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا، جسے صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ ان کے قصور سے جاتا رہا، اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔} [فتاویٰ رضویہ جدید / ج:۱۴/ص:۲۵۹،۲۶۲]

......☆بقیہ......اولاد، دل کی ٹھنڈک☆......

ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے کبھی بری الذمہ نہیں ہوسکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں کوشش، اس کے آرام کیلئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا کرتے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے؟

بہار حدیث

حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ

اولاد دل کی گھٹن

عن زید بن واقد عن مکحول عن علی قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من اقتراب الساعة..........والولد غیظا[کنز العمال ، جلد ۱۴/ص ۵۷۳/۵۷۴]

ترجمہ: حضرت زید ابن واقد سے روایت ہے، انھوں نے مکحول سے روایت کی، انھوں نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے ....اولاد دل کی گھٹن ہو جائے۔

اس سے مراد اولاد میں نافرمانی کی کثرت ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے ان کی ناراضگی اللہ قہار کی ناراضگی ہے۔ آدمی ماں باپ کو راضی کرلے تو وہ اس کے لئے جنت ہیں اور اگر ناراض کر دے تو وہی اس کے لئے باعث دوزخ ہیں، جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا، اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا۔ عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی اس پر سخت بلا نازل ہوگی، مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''طاعة اللّٰه طاعة الوالد و معصیة اللّٰه معصیة الوالد ''{اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت ہے اور اللہ کی معصیت (نافرمانی) والد کی معصیت ہے۔}[مجمع الزوائد/ج:۸/ص:۱۳۶]

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''کل الذنوب یوخر اللّٰه ماشاء منها الی یوم القیامة الا عقوق الوالدین فان اللّٰه تعالیٰ یجعله لصاحبه فی الحیاة قبل الممات ''{یعنی سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اسکے جیتے جی (دنیا ہی میں) پہنچا تا ہے۔}[حاکم مستدرک/ج:۴/ ص/۱۵۶]

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''ملعون من عق والدیه ، ملعون من عق والدیه، ملعون من عق والدیه ''{یعنی ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے۔}[ترغیب/ج:۳/ص:۱۸۷]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ''والدین کے ساتھ نیکی صرف یہی نہیں کہ ان کے حکم کی پابندی کی جائے اور ان کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ نیکی یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو ان کو ناپسند ہو اگر چہ اس کیلئے خاص طور پر ان کا کوئی حکم نہ ہو اس لئے کہ ان کی ''فرماں برداری'' اور ان کو ''خوش رکھنا'' دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا حرام ہے۔'' [حقوق والدین/ص:38]

والدین اس کیلئے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم میں اللہ ﷻ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق بھی ذکر فرمایا: ''اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ '' {یعنی حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔}[پارہ:۲۱/ سورۂ لقمان/ آیت:۱۴/کنز الایمان]

حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابی رسول نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، میں چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا میں اب اس کے حق سے عہدہ برآ ہو گیا؟'' ارشاد ہوا: ''لعله ان یکون بطلقه واحدة ''{یعنی تیرے پیدا ہونے میں جس قدر درد کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔}[مجمع الزوائد/ج:۸/ص:۱۳۷]

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے عہدہ برآ ہو سکے، وہ اس کی حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دین و دنیاوی پائے گا سب انھیں کے طفیل میں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ''ماں باپ''...... بقیہ صفحہ ۴ پر

نعت سرکار ﷺ

سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی

اجالا جس کا ہے دو جہاں میں وہ میرے آقا کی روشنی ہے

اجالا جس کا ہے دو جہاں میں وہ میرے آقا کی روشنی ہے
انہیں کے قدموں کی برکتوں سے یہ زندگی آج زندگی ہے

انہیں کا چرچا ہے آسماں پر، زمیں پہ بھی ہے ذکر انہیں کا
ہر ایک گل میں، ہر اک کلی میں مہک انہیں کی بسی ہوئی ہے

گناہگاروں کے حق میں رحمت پرہیزگاروں کے حق میں راحت
وہ ذات اقدس کہ جس کی شفقت ہر اک پہ یکساں برس رہی ہے

وہ مصطفیٰ ہیں، وہ مجتبیٰ ہیں، وہ ظل رب، نور کبریا ہیں
حبیب وہ ہیں، قریب وہ ہیں، انہیں سے بزم جہاں سجی ہے

جمیل وہ ہیں، نبیل وہ ہیں، وکیل وہ ہیں، کفیل وہ ہیں
خلیل وہ ہیں، جلیل وہ ہیں، ہر اک ادا ان کی نت نئی ہے

رفیع وہ ہیں کہ رفعتوں پر انہیں کے قدموں کا ہے اجارہ
شفیع وہ ہیں شفاعتوں پر انہیں کی مہر کرم لگی ہے

شعور کے رخ سے اٹھ رہے ہیں یقیں کے ہاتھوں گماں کے پردے
وہ رب واحد، یہ عبد واحد، یہی ہے وحدت، یہی دوئی ہے

وہ خوشبوئے زلف مصطفیٰ ہے کہ مشک بھی ہیچ جس کے آگے
مہکتی گلیاں یہ کہہ رہی ہیں سواری ان کی ابھی گئی ہے

یہ چاند، سورج، ستارے سارے انہیں کے جلووں کا فیض پائیں
شفق کے گالوں پہ ہے جو سرخی یہ ان کے تلووں کی روشنی ہے

کہاں ہے دنیا میں شہر ایسا، مدینہ جیسا، مدینہ جیسا
ہے فخر جنت زمیں کا ٹکڑا جہاں مزار نبی بنی ہے

وہ سبز گنبد، وہ ان کا روضہ، وہ ان کی مسجد کا گوشہ گوشہ
قدم قدم پر لگے ہے ایسا فلک سے جنت اتر پڑی ہے

وہ کیاری جنت کی پیاری پیاری، وہ ان کی محراب، ان کا منبر
نہ کیوں منور ہو چپہ چپہ یہ رب کے محبوب کی گلی ہے

حساب کا دن کٹھن تو ہوگا مگر ہمیں ان کا آسرا ہے
وہ آہی جائیں گے بخشوانے شفاعت ان کو عطا ہوئی ہے

یہی ہیں احمد، یہی محمد، یہی ہیں محمود، یہی حامد
حمید یہ ہیں، سعید یہ ہیں، انہیں سے نظمی کی لو لگی ہے

......☆بقیہ......اداریہ☆......

''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ'' [المنافقون: ۸] (اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔)

یقیناً قرآن کتاب ہدایت ہے لیکن اسے پڑھ کر بہت سے لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کیلئے لوگ گمراہی کا سامان کرتے ہیں۔ قرآن سے ہدایت حاصل کی جاسکتی مگر ہدایت یافتہ لوگوں کی پیروی کر کے نہ کہ گمراہوں کا دامن تھام کر ہدایت کی آرزو کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ دعا کریں: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝'' {ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔}

قارئین! کنزالایمان سے ایک مثال آپ نے ملاحظہ کی۔ یہ ایک مثال کافی ہے کہ اہل ایمان ترجمۂ قرآن کے انتخاب کے وقت صرف کنزالایمان منتخب کریں۔ کنزالایمان کا تعارف ہی اگر کماحقہٗ لکھا جائے تو کئی مجلدات تیار ہو جائیں۔ ان قلیل صفحات میں تو کنزالایمان کی کسی ایک خوبی کا تذکرہ بھی مکمل طور پر ناممکن ہے۔ صد سالہ (۱۳۳۰ھ تا ۱۴۳۰ھ) جشن کنزالایمان کے سلسلہ میں مختصر سی کاوش ہے اس امید پر کہ ایمان کے خزانے والوں میں ہمارا بھی شمار ہو جائے۔ آمین

خصوصی مضمون

علامہ عبدالمبین نعمانی، انڈیا

کنز الایمان اور صدر الشریعہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ) مقبولیت کی جس بلند ترین منزل پر فائز ہے وہ محتاج بیان نہیں، ہندو پاک اور دیگر ممالک میں اس کی اشاعت جس پیمانے پر ہو رہی ہے اس کا مقابلہ دنیا کی دیگر زبانوں کے ترجمے تو کیا خود اردو کے تراجم میں بھی کوئی ترجمہ نہیں کرسکتا، ایک زمانہ تھا کہ اس کی اشاعت کی طرف سے غفلت برتی جارہی تھی، اور دوسرے تراجم چور دروازے سے قرآن کے معنی و مطالب کے نام پر سنی گھروں میں پھیلائے جارہے تھے عام خواندہ مسلمان فرق تراجم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نادرست تراجم قرآن حاصل کرتے جارہے تھے لیکن اب جبکہ ہر طرف ترجمہ امام احمد رضا کی دھوم مچی ہوئی ہے دوسرے تراجم قرآن کی اشاعتیں متاثر ہونے لگی ہیں یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض ممالک میں ہندو پاک کے وہابی مسلک کے متعصب افراد نے پابندی لگوانے کی پوری کوشش کی اور وہ سرکاری طور پر پابندی لگوانے میں کامیاب بھی ہوگئے، لیکن الحمد للہ اس پابندی کا اثر الٹا نکلا جسے رکوانے کی تدابیر کی جارہی تھی اس کی شہرت اور اشاعت آسمانوں کو چھونے لگی۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے...... مصرع

مہ فشاند نور وسگ عوعو کند

اور بالکل ایسے ہی اس کی اشاعت بڑھتی جارہی ہے جیسے اسلام کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

چونکہ ترجمہ کنز الایمان قرآن و اسلام کا سچا ترجمان اور مسلک حق کا صحیح ترین پاسبان ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام ہی کی طرح ابھرنے اور بڑھنے کی فطرت سے نوازا ہے، اب گھٹانے والے لاکھ گھٹائیں روکنے والے ہزار تدبیریں کرتے رہیں لیکن کنز الایمان کا سورج تو چڑھتا ہی جائے گا۔

الحمد للہ! کنز الایمان کی خوبیاں ایسی نہیں کہ صرف امام احمد رضا کے معتقد و مریدین ہی مداح ہیں بلکہ جنھیں امام احمد رضا سے مسلکی ہم آہنگی بھی نہیں ارادت وتلمذ تو دور کی بات ہے وہ بھی جب حقیقت بیں نگاہوں سے غیر جانبدار ہو کر ترجمہ امام احمد رضا کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی تہ بہ تہ خوبیوں سے واقف ہوتے ہیں تو بے ساختہ مدح وثنا میں زبان کھول کر حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے۔ ذیل میں ایسے ہی دو تاثرات ہدیہ ناظرین ہیں، چشم حیرت وا کیجیے اور پڑھیے۔

پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات ونشریات مولانا کوثر نیازی جو مشہور دیو بندی عالم مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے شاگرد ہیں اور عرصہ تک جماعت مودودی معروف بہ جماعت اسلامی سے بھی منسلک رہ چکے ہیں وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حقائق نگاری وادب آموزی سے متاثر ہو کر تحریر کرتے ہیں: ''ادب واحتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر وتقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے یہی ان کا سوز نہاں ہے جو ان کا حرز جاں ہے، ان کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون ومکان ہے۔ برتر از این وآں ہے باعث رشک قدسیاں ہے راحت قلب عاشقاں ہے، سرمۂ چشم سالکاں ہے ترجمہ کنز الایمان ہے۔

''وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰى'' کے ترجمے کو دیکھو قرآن پاک شہادت دیتا ہے ''مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى'' رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے ''ضَلَّ'' ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں انکا کوئی سا مفہوم اخذ کرلیتے ہیں: ''وَوَجَدَکَ ضَآلًّا''

کا ترجمہ "مـا ضـل" {گمراہ نہیں ہوئے} کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت رسول کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو: "انھوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے؟"

شیخ الہند مولانا محمود الحسن (دیوبندی) ترجمہ کرتے ہیں: "اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سجھائی" کہا جاسکتا ہے کہ مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہوگئی۔ آیئے ادیب، شاعر، مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریا آبادی (دیوبندی) کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ترجمہ ہے: "اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا" مولانا دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجیے اس دور میں اردوئے معلیٰ میں لکھنے والے اہل قلم سید ابو الاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجیے ان کا ترجمہ یوں ہے: "اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔"

پیغمبر کی گمراہی اور پھر ہدایت یابی میں جو جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انھیں نظر میں رکھئے اور پھر کنزالایمان میں امام احمد رضا خان کے ترجمہ کو دیکھئے!

بیا وریدگر اینجا بود سخن دانے — غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

امام نے عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ رشدی کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے میں اس لئے تامل کریں کہ کہیں آقایان نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگادیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا ، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

[امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۸،۹ مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور ۱۴۲۱ھ]

اب آیئے امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان جناب سعید بن عزیز یوسف زئی کے کنزالایمان کے بارے میں تاثرات ملاحظہ کریں: "ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس مضمون میں اس بات کی وضاحت و صراحت کر دیں کہ کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں کیا ہے؟ اور اس پر عائد کیے جانے والے الزامات پر ہمارا کیا نقطۂ نظر ہے۔ اب آیئے اصل مضمون کی طرف جو کہ کنزالایمان کے بارے میں ہے کہ ہمارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے جہاں تک علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شد و مد سے اس کی مخالفت بلکہ تکفیر تک کرتے ہیں مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ "الٓمّٓ" سے لیکر "والناس" تک ہم نے کنزالایمان میں نہ کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی، نہ ہی کسی بدعت یا شرک کے کرنے کا جواز پایا جاتا ہے بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علو تقدس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کیلئے

سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور معنوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا بلکہ صاحب "وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی" اور "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کے مقام عالیشان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔"

قرآن مجید کے جتنے بھی تراجم آج تک اردو زبان میں ہوئے ہیں ان سب کو پڑھ ڈالیں سوائے کنزالایمان کے ہر ترجمہ میں یہ بات نظر آئے گی الفاظ گو کہ مختلف ہوں گے مگر مفہوم ایک ہی ہوگا کہ: "وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی" {اور تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی} ......افسوس ان مترجمین پر بھی ہوتا ہے کہ بوقت ترجمہ اپنا ذہن اتنا سا بھی استعمال نہ کر سکے کہ یہ ترجمہ ہم کس کے لئے کر رہے ہیں؟ کیا وہ نعوذ باللہ گمراہ تھے، اگر گمراہ تھے تو پھر نبی کیوں کر بنے...... کیا قرآن مجید

ان کے بارے میں اعلان نہیں کر رہا کہ "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی" {تمہارے ساتھی محمد مصطفےٰ ﷺ گمراہ نہیں ہیں}...... مگر دیکھئے کہ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہی ہیں کہ ان کا ترجمہ مقام مصطفےٰ ﷺ کی روشنی میں کیا گیا ہے اور حامل مقام محمود ﷺ کی عظمت و رفعت کے مطابق ہے کہ لکھتے ہیں: "اور تمہیں اپنی طرف راہ دی" [آئینہ امام احمد رضا/ص: ۶۳ تا ۶۶ ملخصاً/مطبوعہ: انڈیا]

یوں ہی فاضل مضمون نگار نے بسم اللہ شریف، "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ" اور آیت "وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى" "وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى" کے تراجم کی خوبیاں بیان کی ہیں اور کھل کر محاسن کنزالایمان کا اعتراف کیا ہے آخری پیراگراف میں فاضل موصوف لکھتے ہیں: "چنانچہ باوجود ان کے حنفی ہونے کے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیز پیش کی ہے جس کی نظیر علمائے اہل حدیث کے ہاں بھی نہیں ملتی کنزالایمان واقعی ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ ہر ایک متبع رسول ﷺ کو پڑھنا چاہیئے میں یہ بات برملا کہوں گا کہ کنزالایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے حق میں مفید ہے جو کہ جناب رسالت مآب ﷺ کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہے۔" [ایضاً/ص ۶۸]

ترجمہ اعلیٰ حضرت کے محاسن و فضائل کا ذکر اس وقت مقصود نہیں، اس موضوع پر کثیر مقالات و کتب کی اشاعت عمل میں آچکی ہے خود ناچیز کا بھی ارادہ ہے محاسن کنزالایمان پر روشنی ڈالنے کا جس میں انشاء اللہ کچھ جدید گوشوں کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سردست مذکور بالا دو فاضل کے (جن کا تعلق امام احمد رضا سے نہ مسلک کا ہے نہ عقیدت کا) تاثرات محض اس لئے سپرد قلم کر دیئے گئے ہیں تاکہ قرآن عظیم کے ترجمۂ صحیح کنزالایمان کی اہمیت پر بطور خاص توجہ دی جائے کہ یقیناً یہ ترجمۂ قرآن امام احمد رضا کا امت پر عظیم احسان ہے، جو بہت سی ضخیم تفاسیر پر بھی بھاری ہے جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی جاتی ہے کہ یقیناً دنیا کی جتنی زبانوں میں بھی قرآن کا ترجمہ ہوا ہے اور غالباً اردو میں سب سے زیادہ ہوا ہے، سب پر امام احمد رضا کا ترجمہ کنزالایمان فوقیت و فضیلت رکھتا ہے، اس کے جہاں اپنے مداح ہیں اس کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کو دنیا کی متعدد زبانوں میں منتقل کیا جا چکا ہے۔ جبکہ کسی دوسرے ترجمۂ قرآن کو شاید ہی یہ مقام حاصل ہو، اسے تین فاضل نے اپنے اپنے انداز سے انگریزی میں منتقل کیا ہے، دو چھپ چکا ہے تیسرا زیر طبع ہے کئی ہندی دانوں نے اسے ہندی میں منتقل کیا ہے، بنگلہ، گجراتی، سندھی، ڈچ زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہو چکے ہیں اور کئی ایک زبانوں میں سلسلہ جاری ہے غالباً فارسی میں بھی کوئی فاضل ترجمے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ گویا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان صرف اردو ہی میں قرآن کا ترجمہ نہیں بلکہ دوسری بہت سی زبانوں میں بھی قرآن کی ترجمانی کا بہترین ذریعہ ہے اب کسی بھی زبان میں قرآن کے معنی و مفہوم کو منتقل کرنے کے لئے براہ راست کنزالایمان کو سامنے رکھا جا رہا ہے اور اسی ترجمہ کو بنیاد بنایا جا رہا ہے اب تک اس کے محاسن پر پچاس سے زائد مقالات و کتب لکھے جا چکے ہیں۔ پھر بھی اس کے محاسن کا احاطہ نہیں کیا جا سکا جو بھی قلم اٹھاتا ہے کچھ نہ کچھ نئی خوبیاں سامنے لاتا ہے غرض یہ کہ ایک طرف قرآن تمام کتابوں پر فضیلت رکھتا ہے تو دوسری طرف کنزالایمان بھی تمام تراجم قرآن پر فوقیت رکھتا ہے، اور اس حسین ترین و صحیح ترین ترجمے کی خدمت سے ایک طرف سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ عہدہ برآ ہوتے ہیں تو املا کی خدمت انجام دینے میں صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ اپنا ثانی نہیں رکھتے بلکہ یہ ترجمہ قرآن سچ پوچھئے تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے واقعے کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے:

"حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ سے ترجمہ قرآن کی گزارش کی اور قوم کو اس کی جس قدر ضرورت ہے اسے ظاہر کرتے ہوئے اس کے لئے اصرار کیا اعلیٰ حضرت نے وعدہ تو کرلیا لیکن کثرت مشاغل کے باعث تاخیر ہوتی گئی، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ترجمہ کے لئے مستقل وقت نکالنا مشکل ہے اس لئے آپ رات کو سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں تو میں املا کرادوں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا: "حضرت ترجمہ شروع ہو جائے۔" چنانچہ

اسی وقت ترجمہ شروع کرادیا۔ ترجمہ کا طریقہ ابتداً یہ تھا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد اس کی تفاسیر سے مطابقت ہوتی اور لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ و تیاری کے ایسا برجستہ اور مناسب ترجمہ تمام تفاسیر کے مطابق یا اکثر کے مطابق کیسے ہوجاتا ہے؟ یقیناً یہ اللہ کا بڑا فضل واحسان ہے اعلیٰ حضرت پر۔ اس کام میں جب دیر لگنے لگی، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''ایسا نہیں بلکہ ایک رکوع کا پورا ترجمہ کرتا ہوں اس کو بعد میں آپ لوگ تفاسیر سے ملا لیا کریں۔'' چنانچہ حضرت صدر الشریعہ اس کام میں لگ گئے پہلے ترجمہ لکھتے پھر تفاسیر سے ملاتے جس کی وجہ سے اکثر بارہ بجے کبھی کبھی دو بجے رات گئے اپنی رہائشگاہ پر واپس ہوتے، غرض اسطرح حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کرالیا۔ [سوانح اعلیٰ حضرت]

یہ عظیم الشان اور اہم کام دن یا رات کے قلیل عرصے میں سال ۱۳۳۰ھ و ۱۳۳۱ھ کے درمیانی چند ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

کنز الایمان کا جو مخطوطہ (قلمی نسخہ) مولانا قاری احمد جمال اعظمی مصباحی شیخ التجوید جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی معرفت نہایت خستہ حالت میں دستیاب ہوا ہے اس کے شروع اور درمیان سے بعض اوراق غائب ہیں، شروع صفحہ سات، سورۂ بقرہ، رکوع نمبر ۱ سے ہے۔ اس کے پہلے صفحات دستیاب نہیں، یہ مخطوطہ خاص صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ترجمے کے کل صفحات ۳۲۵ / ہیں اور سائز 20x30/8 انچ ہے جابجا حاشیہ پر تاریخ بھی درج ہے۔ سورۂ بقرہ شریف کے اختتام پر تاریخ ہے: ''شب بست ونہم ۲۹ جمادی الآخرہ قبل عشاء باختتام رسید بفضلہ تعالیٰ'' سن نہیں دیا ہوا ہے غالبًا ۱۳۳۰ھ ہے کہ یہی تاریخی نام ''کنز الایمان'' نکلتا ہے جبکہ ترجمے کا اختتام ۱۳۳۱ھ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ نام آغاز ترجمہ کے حساب سے ہے۔

سورہ آل عمران کے اختتام پر ہے ''شب پنجم رجب'' جس سے ظاہر ہوتا ہے پوری سورۂ آل عمران کا ترجمہ جو ۱۵ / صفحات پر ہے پانچ دنوں میں یا اس کے کم میں اختتام کو پہنچایا، اس سے ترجمے کی رفتار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یومیہ پانچ صفحات ہوتے، واضح رہے کہ مسودے پر صرف ترجمہ ہی مرقوم ہے اور سطریں مختلف ہیں کسی صفحے پر ۱۶، کسی پر ۱۷، کسی پر ۱۹، کسی پر ۲۱۔

ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کا ترجمہ بھی لکھا ہے جو اسطرح ہے کہ: ''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا'' بعض مقامات پر ہے: ''بڑا مہربان'' اور سورۂ یوسف پر ترجمہ یوں ہے: ''جو بہت رحم والا مہربان'' سورۂ الحاقہ پارہ ۲۹ / سے ترجمہ یوں ہے: ''جو نہایت مہربان رحم والا''

سورۂ نساء کے اختتام پر یہ تاریخ ہے جبکہ اسکے کل ۱۷ / صفحات ہیں ''شب دہم رجب قبل العشاء ۱۳۳۰ھ'' گویا یہ بھی پانچ ایام میں مکمل ہوا۔ سورہ انعام کے اختتام کی تاریخ ہے ''۱۶ رجب'' گویا مائدہ اور انعام دونوں سورتیں صرف ۶ / یوم میں ترجمے سے گزریں جبکہ ان کے کل صفحات ۲۴ / ہیں۔ سورۂ اعراف کے اختتام پر ''۲۰ رجب'' کی تاریخ درج ہے۔ سورۂ یونس کے اختتام پر ''۲۵ رجب'' کی تاریخ درج ہے۔ سورۂ ابراہیم، پارہ ۱۳ / کے اختتام پر ''۸ شعبان'' درج ہے۔ سورۂ حجر، پارہ ۱۴ / کے اختتام پر ''۹ شعبان'' ہے۔ سورۂ نحل، پارہ ۱۴ / پر ''۱۶ شعبان'' ہے۔

اندازہ ہے کہ جمادی الآخرہ کی کسی تاریخ کو ترجمہ شروع ہوا اور ۱۶ شعبان تک ڈھائی مہینے میں مکمل ۱۴ پارے ہوگئے۔ سورۂ اسراء (یعنی بنی اسرائیل) پر ''۱۹ شعبان'' درج ہے۔ سورۂ کہف کے اختتام پر کوئی تاریخ نہیں البتہ تین رکوع قبل ختم ہونے کے ''۱۲ شعبان'' درج ہے، اس کے بعد سورۂ مریم مکمل نہیں ہے اور چالیس صفحات غائب ہیں۔ پھر سورۂ نمل، پارہ ۲۰ / کے اختتام سے ایک رکوع قبل ''شب ۲ جمادی الآخرہ'' کی تاریخ مرقوم ہے گویا شعبان ۳۰ ہجری سے لے کر جمادی الاولیٰ ۳۱ / ہجری تک ۹ / مہینے کام بند رہا کسی اہم ضرورت یا علالت کے پیش نظر پھر ۹ / ماہ بعد ''۲ جمادی الآخرہ'' کے قریب شروع ہوا، یا جمادی الاولیٰ کے اواخر میں۔

سورۂ سبا، پارہ ۲۲ / کے اختتام پر ''شب ۷ جمادی الآخرہ'' درج ہے۔ سورۂ یٰسین شریف کے اختتام پر ''۸ جمادی الآخرہ'' کی تاریخ درج ہے، گویا سورۂ فاطر و یٰسین کے ترجمہ جو ساڑھے پانچ صفحات پر مشتمل ہیں ایک دن میں تحریر کیے گئے۔ سورۂ صافات، پارہ

۲۳/ر کے اختتام پر شب ۹ جمادی الآخرہ درج ہے۔ سورۂ حدید، پارہ ۲۷/ر کے آخر میں شب ۲۰ جمادی الآخر درج ہے۔ سورۂ حشر، پارہ ۲۸/ر کے آخر میں "شب ۲۱ جمادی الآخرہ" درج ہے۔ سورۂ تحریم، پارہ ۲۸/ر کا اختتامیہ "شب ۲۲ جمادی الآخرہ" ہے۔ سورۂ قلم، پارہ ۲۹/ر کا آخریوں ہے "شب ۲۳ جمادی الآخرہ"۔ سورۂ جن، پارہ ۲۹/ر کے آخر میں "شب ۲۴ جمادی الآخرہ" ۴ ۱/۲ (ساڑھے چار) صفحات۔ سورۂ دہر، پارہ ۲۹/ر کے آخر میں تاریخ ہے "شب ۲۵ جمادی الآخرہ" ۴ صفحات۔ سورۂ تطفیف، پارہ ۳۰/ر کی تاریخ اختتام "شب ۲۶ جمادی الآخرہ" ۵ صفحات سورۂ والتین کے آخر میں ہے "شب ۲۷ جمادی الآخرہ" ۴ صفحات۔

مسودے کے صفحات ۳۲۵/ر ہیں آخری صفحہ پر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا دستخط اس طرح ہے:

شب ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ

کاتب، فقیر بارگاہ رضوی

ابوالعلا امجد علی اعظمی عفی عنہ

بہت سی صورتوں کے اختتام پر تاریخ درج نہیں، بلکہ بعض سورتوں کے درمیان میں بھی تاریخیں درج ہیں۔

ابتدا اور انتہا کی تاریخوں سے اندازہ لگتا ہے کہ ترجمۂ کنزالایمان کی تحریر کا آغاز جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ میں ہوا اور اختتام ۲۸/ر جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ میں، لیکن کام مسلسل نہیں ہوا ہے بعض صفحات مسودے کے درمیان سے غائب بھی ہیں جن کی تاریخیں معلوم کرنا مشکل ہے، البتہ اس بات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ یہ نادرونایاب اور مہتم بالشان ترجمۂ قرآن موسوم بہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" سال کے چند مہینوں میں مکمل ہوا، پورے ایک سال بھی صرف نہ ہوئے اور وہ بھی رات میں عشاء کے بعد سوائے چندان ایام کے جن کی صراحت ہے کہ ان میں قبل عشاء کام ہوا، اندازہ ہے کہ یہ کام چار پانچ مہینوں میں انجام کو پہنچا غالباً اتنی قلیل مدت میں قرآن کا ایسا عظیم الشان ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے ہے۔

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مسودہ اصل وہی مسودہ معلوم ہوتا ہے جسے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے املا کرایا، کیوں کہ متعدد مقامات پر خاص سطر ہی میں ایک ترجمہ لکھا ہوا ہے پھر اس کو قلم زد کر کے آگے دوسرا ترجمہ ہے، گویا ایک ترجمہ لکھوا کر اس پر غور فرماتے پھر ضرورت محسوس ہوتی تو قلم زد کر کے دوسرا لکھواتے پھر آگے کی آیات کا ترجمہ ہوتا، ہاں بعض مقامات وہ بھی ہیں جن کو قلم زد کر کے دو سطروں کے درمیان کی جگہ یا حاشیہ پر...... کا نشان لگا کر دوسرا ترجمہ مرقوم ہے۔ لیکن ایسے مقامات نسبۃً کم ہیں، غالباً یہ نظر ثانی کے وقت ہوا ہوگا۔

بعض آیات کے ترجمے دو دو ہیں میں نے ایسے مکرر تراجم کو رضوی کتاب گھر بھیونڈی، دہلی سے شائع ہونے والے نسخۂ کنزالایمان کے حاشیہ پر مکرر لکھ کر حاشیہ میں شامل کر دیا ہے جبکہ سابقہ مطبوعہ نسخوں میں صرف ایک جگہ مکرر ترجمہ قوسین میں اصل ترجمہ کے ساتھ ہی درج ہے اور وہ آیت ہے: "اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ" [بقرہ:۱۴۷]

اس مسودے میں درمیان سطور جگہ جگہ موٹے قلم سے صفحات لگے ہوئے ہیں، جیسے پہلے کے کاتب درمیان کتابت جب کتاب کا صفحہ پورا ہوتا تو مسودے میں اسی جگہ سطروں کے بیچ صفحہ ڈال دیا کرتے تھے اب یہ رواج کم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسی خاص نسخہ سے اولین مرتبہ کتابت وطباعت کا بھی کام لیا گیا ہے کاتب نے سورۂ اخلاص پر ۶۰۹/ر صفحہ لگایا ہے جبکہ تین سورتیں اس کے بعد ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو کنزالایمان کی اشاعت ہوئی اس کے کل صفحات ۶۱۰/ر تھے۔ ایسا کوئی مطبوعہ نسخہ اب تک میری نظر سے نہیں گزرا ہے البتہ سنا ہے کہ پہلے پہل صرف ترجمہ قرآن بغیر تفسیر کے چھپا تھا، غالباً یہ اسی نسخہ کا صفحہ ہوگا، کیوں کہ ۶۱۰/ر صفحات میں تفسیر کے ساتھ ترجمہ ومتن قرآن کو سمونا مشکل ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ تمام کام لیتھو سسٹم سے ہوتا تھا۔ "قرآن کریم کے اردو تراجم" مصنفہ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم میں ہے کہ "کنزالایمان کا پہلا ایڈیشن مراد آباد کے مطبع نعیمی میں طبع ہوا یہ رف کاغذ پر طبع تھا اور چار سو اٹھاسی ۴۸۸/ر صفحات پر مشتمل تھا۔" ایسا کوئی نسخہ بھی اب تک میری نظر سے نہیں گزرا ممکن ہے یہ بغیر متن قرآن صرف ترجمہ کی کوئی اولین اشاعت ہو۔

اب ذیل میں بعض وہ مقامات پیش کئے جاتے ہیں جہاں

پہلے ترجمہ کچھ تھا بعد میں تبدیل کر کے دوسرا لکھا گیا تا کہ اس سے امام احمد رضا کے فکری ارتقاء کا اندازہ لگایا جا سکے۔

سورہ	آیت	ترجمہ اول (غیر مطبوعہ و قلم زدہ)	ترجمہ ثانی (مطبوعہ)
آل عمران	۴۳	اے مریم اپنے رب کیلئے سجدہ کر اور اس کے حضور ادب سے کھڑی ہو،	اے مریم اپنے رب کے (حضور ادب سے کھڑی ہو اور اسکے لئے سجدہ کر)
	۴۴	جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے	جب وہ اپنی (قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے)
نساء	۷۴	تو اسے چاہیے کہ اللہ کی راہ میں ان سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لیتے ہیں	انھیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں
	۸۳	جان لیتے یہ جو بات کھود کر نکال لیتے ہیں	جان لیتے یہ جو بات (میں کاوش کرتے ہیں)
	۱۵۵	تو یقین نہیں لاتے (رکھتے) مگر تھوڑا	تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے
مائدہ	۳۱	اور اپنی کی طرف پلٹ نہ جاؤ کہ زیاں کی طرف پلٹو گے	اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے
انعام	۱۴۶	یا وہ بے حکمی کا جانور، جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا	یا وہ بے حکمی کا جانور (جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا)
انعام	۲۷	اے ایمان والوں اللہ و رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو جان کر تو اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے	اے ایمان والو اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت تو اللہ ان کے (کام دیکھ رہا ہے)
توبہ	۱	بیزاری ہے اللہ اور رسول کی	بیزاری کا حکم سناتا ہے اللہ اور رسول کی طرف سے
ابراہیم	۱۲	اور ہم ضرور صبر کریں گے تمہاری ایذا پر	اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے
نمل	۴۴	اس محل میں داخل ہو	اس سے کہا گیا کہ (صحن میں آ)
صافات	۴۸	ان کے پاس ہیں نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھ والیاں	ان کے پاس ہیں (جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی، بڑی آنکھ والیاں)

سورۃ الشمس میں "وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا" کا ترجمہ صرف اس قدر ہے: "اور نقصان پایا" آگے جگہ چھوٹی ہوئی ہے شاید بعد میں لکھنا تھا کسی وجہ سے نشست بدل گئی اور یہ ناقص رہ گیا۔ مراد آباد سے حضرت صدر الافاضل نے جو نسخہ مع تفسیر طبع کرایا ہے اس میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: "اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔" [سورۂ شمس/ پارہ: ۳۰/ آیت: ۱۰]

سورۂ مجادلہ/ پارہ: ۲۸/ آیت نمبر: ۱۲: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... الخ" {اے ایمان والو جب تم کوئی بات رسول سے آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض کے پہلے کچھ صدقہ دے لو} اس پر مسودے میں ایک مختصر حاشیہ ہے: "یہ اس کی اصل ہے جو مزارات اولیاء پر تصدق کے لئے شیرینی وغیرہ لے جاتے ہیں۔" اس حاشیہ کو حضرت مفسر قرآن مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں

حضور اعلیٰ حضرت کے حوالے سے شامل فرمالیا ہے۔ سورۂ رحمٰن/ آیت: ۳۵، ۳۷/ پر بھی دو حاشیے ہیں جو تفسیر خزائن العرفان میں شامل ہیں۔

سورۂ مائدہ/ آیت: ۵۴: ''وَلَا یَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ'' کا مطبوعہ ترجمہ ہے: {اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔} اس کا مسودے میں حاشیہ پر دوسرا ترجمہ بھی مرقوم ہے {اور کسی کے اُلَہنے سے نہ ڈریں گے} یہ دوسرا ترجمہ پہلے کو قلم زد کئے بغیر نسخہ کی علامت ''ن'' کے ساتھ ہے یہ دوسرا ترجمہ پہلے سے زیادہ مختصر اور ٹھیٹ محاورے میں ہے میں نے تصحیح شدہ جدید الطبع نسخہ میں اس کو شامل کردیا ہے اور حاشیے پر علیحدہ رکھا ہے۔

سورۂ اعراف/ پارہ: ۸/ کی ابتدائی آیات: ''کِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ...... الخ'' کے ترجمہ {اے محبوب! ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رکے۔} پر ایک مختصر حاشیہ اس طرح ہے: ''یہ خیال پیدا نہ ہو کہ شاید لوگ نہ مانیں۔'' یہ حاشیہ بھی بعینہٖ طبع ہونے سے رہ گیا ہے البتہ اس کا مفہوم خزائن العرفان میں موجود ہے۔

ایک ضروری وضاحت: ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے مخطوطہ اور اس کے قدیم مطبوعہ نسخوں کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل قدس سرہما نے مضامین قرآن کی کوئی فہرست نہیں بنائی تھی اور نہ قدیم نسخوں میں کوئی فہرست مضامین چھپی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلے ترجمۂ اعلیٰ حضرت کو ''کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی'' نے چھاپنا شروع کیا تو اس کے مطبوعہ نسخوں میں بھی فہرست نہیں ہوتی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد کسی کے مشورے پر یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس کتب خانے نے ایک فہرست مضامین شامل کردی اور جب دیگر اداروں نے ترجمہ اعلیٰ حضرت شائع کرنا شروع کیا تو پھر سب نے اس کی تقلید کی اور وہی فہرست، تقریباً دہلی کے تمام ناشرین نے اس کو شائع کرڈالا فہرست کی پیشانی پر یا اس کے آخر میں مرتب کی حیثیت سے کسی کا نام بھی نہیں۔ اس لیے آج کل عام طور سے یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ یہ ''فہرست القرآن المجید'' اعلیٰ حضرت کی ہے یا صدر الافاضل کی، حالانکہ دونوں بزرگوں کا اس فہرست کی ترتیب و اشاعت سے کوئی تعلق نہیں اور چونکہ اس فہرست میں بعض عنوانات کے تحت جو آیات دی گئی ہیں ان کا بظاہر عنوان سے تعلق معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی تفسیری طور پر ان آیات کی عنوان سے مطابقت ہو پاتی ہے اس لئے اس کو بہانہ بنا کر بعض معاندین نے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنا شروع کردیا ہے حتیٰ کہ بعض مخالفین نے اس کے خلاف مضامین بھی چھاپ ڈالے ہیں۔ اس لئے وضاحت ضروری تھی اور میری تمام ناشرین قرآن سے گذارش ہے کہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت و تفسیر صدر الافاضل کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی فہرست مضامین شامل نہ کریں کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل مورد الزام ٹھہریں اور اگر عوام کی افادیت کے پیش نظر کوئی فہرست شامل ہی کرنی ہے تو اسے مستند و معتمد علمائے اہلسنت، بالخصوص بریلی شریف آستانہ اعلیٰ حضرت، جامعہ نعیمیہ یا مرادآباد یا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے معتمد علماء کو دکھالیں اور مرتب کی صراحت بھی فہرست کی پیشانی پر یا آخر میں کردیں، تب شائع کریں تاکہ اضافی چیزوں میں تسامح واقع ہوجانے کی وجہ سے سرکار اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل کے دامن پر دھبہ نہ آئے۔

غرض حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا بڑا احسان ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت سے اصرار کر کے قوم مسلم کی بھلائی کیلئے قرآن عظیم کا اردو میں ترجمہ کراڈالا، ورنہ قرآن فہمی میں اردوداں طبقے کو کتنی دشواری ہوتی محتاج بیان نہیں خصوصاً جبکہ مارکیٹ میں متعدد غلط ترجمے رواج پاچکے تھے۔ یقیناً حضور صدر الشریعہ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے اس عظیم احسان سے امت مسلمہ رہتی دنیا تک عہدہ برآ نہیں ہوسکتی ہے۔

راقم الحروف نے کنز الایمان کے مخطوطے اور قدیم مطبوعہ نسخوں کی مدد سے کنز الایمان کی حتی المقدور تصحیح کرڈالی ہے کیونکہ ناشرین کی بے توجہی اور تصحیح میں غفلت کیوجہ سے کنز الایمان میں کتابت کی بے شمار غلطیاں درآئی تھیں الحمد للہ تصحیح شدہ نسخے ''فیاض الحسن بک سیلر، نئی سڑک، کانپور'' اور ''رضوی کتاب گھر، بھیونڈی، دہلی'' سے شائع ہورہے ہیں۔ فالحمدللہ اولاً و آخراً

☆......☆......☆......☆......☆

تبرکات تاج الشریعہ

حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری دام ظلہ علینا

اِحقاقِ حق

کنز الایمان دنیا کی کسی بھی زبان میں کیا جانے والا قرآن کریم کا صحیح ترین ترجمہ ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت، شہرت وقبولیت رب کریم کی عطا اور محبوب کریم ﷺ کا فضل ہی ہے۔ کنز الایمان حق وباطل کی پہچان ہے، ایمان اور اہل ایمان کی جان ہے، باطل وطاغوتی قوتوں کیلئے موت ہے یہی وجہ ہے کہ روز اول سے باطل پرستوں نے اسے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ بے سروپا اعتراضات کے ذریعہ اس کی اہمیت وافادیت کو گھٹانے کی سعی لاحاصل کرتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی ایک کم ظرف امام علی قاسمی دیوبندی نے ''قرآن پر ظلم'' کے عنوان سے اپنا نامۂ اعمال مزید سیاہ کرنے کی کوشش کی۔ حضور تاج الشریعہ حضرت العلام مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری دام ظلہ علینا نے ''دفاع کنز الایمان'' کے نام اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا تھا۔ یہ کتاب عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ تبرکاً اس کتاب سے آیت کریمہ ''قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' کے عنوان پر بحث حاضر خدمت ہے۔ ....ادارہ

معترض نے ''قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' کے ترجمۂ رضویہ (ترجمۂ کنز الایمان) پر بھی اعتراض کا منہ کھولا ہے۔ ترجمۂ رضویہ درج ذیل ہے۔ {تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔}

معترض صاحب کو لفظ ''ظاہر صورت بشری'' پر اعتراض ہے، ان کی معترضانہ تحریر عنقریب آئیگی۔ سردست ہمیں ان کلمات سے کام ہے جو معترض نے بطور تمہید کہے ہیں، معترض نے کہا: ''بریلوی فرقے کی طرف سے علماء اہل سنت کے بارے میں یہ بار بار کہا جاتا رہا ہے کہ وہ پیغمبروں کی بشر اور بھائی کہہ کر توہین کرتے ہیں۔''

اقول وباللّٰہ التوفیق: چہ خوش اپنی پردہ پوشی کا کیا خوب انداز ہے عبارت ایسی اختیار کی جو ناظرین کو خواہ مخواہ یہ وہم دلائے کہ یہ بیچارے علمائے دیوبند اس الزام سے بری ہیں۔ جی ہاں! بیشک توہین رسول تمہارا اور تمہارے اکابر کا شیوہ ہے منجملہ تنقیص شان رسالت کے یہ بھی ہے کہ تمہارے امام الطائفہ (گروہ کے سردار) نے رسول اللہ ﷺ کو صاف صاف بھائی کہا ہے اور جگہ محبوبان خدا کو تمام انسانوں کے ساتھ عجز ونادانی میں شریک بتا کر اپنے جیسا بشر قرار دیا ہے، تقویۃ الایمان میں کہا: ''ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم چھوٹے۔'' [ص81] ''سو بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔'' [ص80] نیز کہا: ''جو بشر کی سی تعریف ہے سو وہی کرو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔'' [ص85] نیز حضور ﷺ کو ہر قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار سے تشبیہ دی، اس کی عبارت یہ ہے: ''جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار اسی طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں۔'' [ص85،86] نیز اسی تقویۃ الایمان میں ہے: ''ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔'' نیز سب انبیاء کے لئے لکھ مارا:

''سب انبیاء اس (اللہ تعالیٰ) کے روبرو ذرۂ ناچیز سے کمتر ہیں۔''

بحمدہٖ تعالیٰ معترض نے جسے یہ کہہ کر کہ: ''بریلوی فرقہ کی طرف سے......الخ'' چھپانا چاہا تھا ہم نے اسے بے نقاب کر دیا۔ خود معترض کی پردہ پوشی ان عبارات کی قباحت کی کھلی دلیل ہے۔......ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

لہٰذا ہمیں ان کے رد کی چنداں حاجت نہیں۔ للّٰہ الحمد اسی منہ سے اپنے کو ''علماء اہل سنت'' کہتے ہو؟

یہ منہ اور مسور کی دال

قولہ: لیکن جب بریلویوں کے مجدد ترجمہ کرتے کرتے ان آیتوں پر پہنچے جن میں پیغمبروں کو بشر اور بھائی کہا گیا ہے تو عجب کش مکش اور الجھن میں پڑ گئے کہ اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو الزام الٹ کر اپنی طرف آتا ہے اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے اس لئے درمیانی چال چلی کہ ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دیئے......الخ ھذیانا تہ

اقول: اولاً: معترض صاحب کی یہ عادت بن گئی ہے کہ دعویٰ کر دیتے ہیں اور دلیل نہیں دیتے جیسے ان کا دعویٰ مسلمات میں سے ہو۔ یہاں

بھی بیجی کیا ہے کہ دعوی کردیا کہ: ''الزام الٹ کر اپنی طرف آتا ہے۔'' اور وجہ نہ بتائی، ہم بتائیں معترض صاحب کی یہ لیاقت علمی ہے کہ انہوں نے آیۂ کریمہ: ''قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' کو اپنے دعوے کی دلیل سمجھ لیا ہے جبھی تو چمک کے کہا کہ: ''اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو الزام ...... الخ'' حالانکہ آیۂ کریمہ میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ تم تواضعاً فرمادو کہ میں تم جیسا ہوں نہ کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم کہیں کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں اور ہمیں یہ کیسے روا ہوسکتا ہے کہ ہم یہ کہیں جبکہ اللہ عزوجل حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرماتا ہے:

''یَا نِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ'' یعنی ''اے نبی کی بیبیو! تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو۔''

حضور ﷺ اپنے لئے فرماتے ہیں: ''تم میں کون مجھ جیسا ہے؟'' ''لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ'' ''میں تم میں کسی کی طرح نہیں'' تو یہ خوش فہمی معترض صاحب پر الزام کی رجسٹری کررہی ہے۔ وللّٰہ الحمد

ثانیاً: معترض نے کہا: ''اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے۔'' بحمدہٖ تعالیٰ معترض نے خود اپنے منہ قبول دیا کہ یہ ترجمہ رضویہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے اس لئے کہ ناظرین کرام پر یہ روشن کہ یہ کہنا کہ: ''اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں۔'' اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ ترجمہ غلط نہ ہو اور ہر سمجھ والے پر ظاہر کہ غلط اور صحیح کے درمیان واسطہ نہیں تو جو غلط نہ ہوگا ضرور صحیح ہوگا تو اب ناظرین کرام خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ معترض نے یہ کہہ کر کہ: ''اس لئے درمیانی چال چلی ...... الخ'' اپنا رد خود ہی کرلیا اور اپنی سمجھ دانی سب کو کھول کر دکھادی۔

خدا جب دین لیتا ہے　　　خرد بھی چھین لیتا ہے

كذالك العذاب ولعذاب الاٰخرة اكبر لو كانوا يعلمون

اب معترض صاحب بہادر ترجمہ رضویہ لکھنے کے بعد یوں منہ کھولتے ہیں: ''اس ترجمہ پر کئی اعتراضات واقع ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید میں ''اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' اصل عبارت ہے، معمولی عربی جاننے والا سمجھتا ہے کہ انما حصر کے لئے اور بشر کے معنی ''آدمی'' اور مِثْلُ کے معنی ''جیسے'' اور کُمْ کے معنی ''تم'' ہیں۔ اس لئے صحیح ترجمہ یہ ہوا: ''بس میں تمہارے جیسا آدمی ہوں۔'' اسی لئے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ: ''سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مانند تمہارے۔'' اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ یہ ہے: ''میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔'' ان حضرات کے علاوہ اردو ترجمہ کرنے والوں نے اسی جیسا ترجمہ کیا ہے اس لئے فاضل بریلوی کا ظاہر صورت کی عبارت لانا اور وہ بھی بریکٹ کے بغیر بہر حال غلط ہے۔''

اقول: اولاً: بالکل غلط اور مہمل ہے آپ پہلے یہ کہہ کر کہ: ''اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے۔'' اپنے منہ آپ قبول چکے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط نہیں ہے۔ ہاں اپنی لیاقت علمی سے اسے درمیانی بتارہے ہیں تو آپ کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ: ''یہ ترجمہ غلط ہے نہ صحیح ہے بلکہ درمیانی ہے۔'' یہیں سے آپ کے اعتراض کی حقیقت ظاہر کہ خود ہی اسے جھٹلا دیتے ہیں۔

ثانیاً: جناب کا تراجم کو ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے پر دلیل بنانا صحیح نہیں یوں کہیے کہ ترجمۂ رضویہ ان دو مشہور تراجم کے خلاف ہے تو ایک بات بھی ہوتی مگر صاحب بہادر ہر غیر مشہور کا غلط ہونا ضروری نہیں، ہم صاوی سے اس کی مثال دے چکے۔

ثالثاً: ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے کی دوسری وجہ بیان کی ہے کہ: ''ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دیئے'' اور اسی کی دلیل آیت کریمہ کے مفردات کے معانی بیان کرکے دی ہے۔ سبحان اللّٰہ! آپ عربی بھی پڑھانے لگے؟　　　یہ منہ اور مسور کی دال......!

پھر اس عربی پڑھانے میں کیسی صریح غلطی کی کہ کُمْ کے معنی ''تم'' جی اگر کُمْ کا معنی ''تم'' ہے تو ''تمہارے'' کس کا ترجمہ ہے؟ یہیں سے ظاہر کہ جناب کو معمولی عربی بھی نہیں آتی کہ سمجھ لیتے کہ کُمْ یہاں محل جر میں مضاف الیہ ہے تو اس کا ترجمہ ''تمہارے'' ہوا نہ کہ ''تم''

اقول وباللّٰہ التوفیق۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ: ''ظاہر صورت بشری'' کلام پر زائد ہے اس لئے کہ یہ ظاہر کہ: ''اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' {میں تم جیسا بشر ہوں۔} میں تشبیہ ہے اور تشبیہ کے ارکان چار ہیں: مشبہ، مشبہ بہ، اداۃ تشبیہ اور وجہ تشبیہ۔ اب ''میں تم جیسا بشر ہوں'' میں بشریت حضور ﷺ مشبہ اور لوگوں کی بشریت مشبہ بہ اور

جیسا اداۃ تشبیہ ہے، رہی وجہ تشبیہ تو وہ لفظ میں موجود نہیں بلکہ محذوف ہے اور محذوف میں حقیقت میں لفظ ہے۔ شرح جامی میں ہے: والمحذوف لفظ حقیقۃ......الخ {اور محذوف حقیقۃً لفظ ہے} معترض صاحب! اب بتائیں کہ یہ ترجمہ میں زیادتی ہوئی یا اس محذوف وجہ تشبیہ کا اظہار ہوا جو جزوِ تشبیہ ہے اور جس کے بغیر کلام صحیح نہیں۔ اسی منہ سے عربی پڑھانے چلے تھے، پھر یہ آیت کریمہ میں "بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" خود اس وجہ تشبیہ کے محذوف ہونے پر قرینہ ہے جو یہ سمجھا رہا ہے کہ تشبیہ ظاہر بشریت میں ہے نہ کہ باطن و روح میں مگر سمجھنے کا قرینہ تو چاہئے۔ معترض صاحب! اب بتائیں کہ جب کہ وجہ تشبیہ یہاں ضروری اور اس پر خود قرینۂ لفظیہ موجود تو شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر علیہما الرحمۃ کے ترجمے میں اور ترجمۂ رضویہ میں سوائے اس خصوصیت کے کہ ترجمۂ رضویہ میں وجہ تشبیہ صراحۃً مذکور ہے اور ان دو میں نہیں کیا فرق ہوا۔

ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون

یہ تو اس صورت پر تھا جب بشریت حضور ﷺ کو مشبہ بنائیں اب اگر کہو کہ بشر خود معنی وجہ تشبیہ ہے تو اس صورت میں "ظاہر صورت بشری" اس وجہ تشبیہ کی تفسیر ہوگی کہ یہاں بشریت میں تشبیہ محض باعتبار ظواہر اور اعراض بشری کے ہے نہ کہ باعتبار کل وجوہ کے بلکہ ذہین و فطین پر روشن کہ یہ بشر کے وجہ تشبیہ ہونے کی طرف اشارہ کے ساتھ اس کے معنی کا بطرز لطیف بیان بھی ہے اس لئے کہ بشر میں ظہور ملحوظ ہے۔ شرح شفاء میں ہے: "وسموا بشرا لظھور جلودھم لان البشرۃ ظاھر الجلد" {یعنی، انسان کو بشر اس کے جلد کے ظاہر ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔} اس لئے کہ بشرہ ظاہر جلد ہے تو اسے زیادتی کہنا زیادتی ہے۔ کوئی معقول آدمی ہوتا تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا شکر گزار ہوتا کہ ایسا ترجمہ فرمایا کہ جس نے شبہات کا ازالہ کر دیا اور اس خصوصیت کو سمجھتا کہ ان کا ترجمہ ترجمہ ہی نہیں بلکہ مختصر اور جامع تفسیر بھی ہے جو اس کے دیکھنے والوں کو بڑی بڑی کتابوں میں دیدہ ریزی کی مشقت سے بچا لیتی ہے مگر معترض صاحب سے اس کی کیا امید...... ؏

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اب چلو میں تمہارا جی رکھنے کو یہ تسلیم کر لوں کہ تمہارے بقول ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دیئے مگر اے عقلمند! ہر زیادتی ناجائز نہیں ہوتی۔ زیادتی وہ ناجائز ہوتی ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس پر صحت کلام موقوف ہو وہ حقیقت میں زیادتی ہی نہیں چہ جائیکہ ناجائز ہو اور یہاں تم جسے زیادتی سمجھتے ہو وہ زیادتی ضروری ہے اور خود اس کی ضرورت اس کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور ﷺ سے فرماتا ہے: "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" {تم فرما دو! میں تم جیسا بشر ہوں} اور حضور کی ازواج مطہرات سے فرمایا: "یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" {اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو} بھلا کوئی ایمان والا کہہ سکتا ہے کہ نبی تو ہم جیسے بشر ہوں اور نساء نبی (ازواج مطہرات) جنہیں ساری فضیلت و برتری نساء نبی (ازواج مطہرات) ہو کر ملی وہ کسی کی طرح نہ ہوں اور خود حضور ﷺ نے فرمایا: "لست کھیئتکم" {میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔} "لست کاحد منکم" {میں کسی (انسان) جیسا نہیں} "ایکم مثلی" {تم میں کون مجھ جیسا ہے} تو کیا کوئی یہ کہے گا کہ سرکار نے بشریت کا انکار فرما دیا، والعیاذ باللہ ہرگز نہیں، تو پھر اس تعارض کا کیا تدارک ہوگا ظاہر کہ یہاں ترجیح کی طرف راہ نہیں تو لامحالہ تطبیق ضروری اور وہ اسی طرح ہوگی کہ مثلیت کا اقرار باعتبار ظاہر جسمیت و اعراض کے ہو اور مثلیت کا انکار باعتبار باطن و روح محمدی (ﷺ) کے ہو۔ دور کیوں جاؤ اسی آیت کو لے لو جسے تم لوگ بشر کہنے کی دلیل بنائے ہوئے ہو خود اس میں اس پر دلیل موجود ہے، ہم سے سنو: "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" کے متصل ہی فرمایا گیا: "یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ" {میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے} یہ ارشاد خود فرق کی روشن دلیل ہے اور اس وجہ تطبیق کی طرف راہ نما ہے جو امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "ظاہر صورت بشری" فرما کر افادہ فرمائی اس لئے کہ یہ ظاہر کہ وحی ایسا باطنی امر ہے کہ اس کی خبر ماوشما کو تو کیا ہوتی صحابۂ کرام نے بھی اس کے نزول کو نہ دیکھا بلکہ منزل دنیٰ میں جو وحی ہوئی اس سے تو خود وحی لانے والے جبریل امین (علیہ السلام) بھی بے خبر ہیں۔ قال تعالیٰ: "فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی" {تو اللہ نے اپنے بندے محمد (ﷺ) کی طرف وحی کی، جو وحی کی} آیت کریمہ میں عبدہ سے مراد حضور ﷺ ہیں اور

" اَوْحیٰ " کی ضمیر اسم جلالت کی طرف راجع ہے۔ کما افادہ فی الشفاء عن جماعۃ من المفسرین وایدہ تو جب وحی ایسا باطنی امر ہے تو لامحالہ اس باطن کیلئے اسی جیسا باطن سرکار ﷺ کیلئے ضروری جو تمام بشر کے بواطن سے اعلیٰ ہو اور جب وہ باطن سرکار ﷺ کے لئے ثابت تو حضور ﷺ کا اپنے اس باطن و روح کے اعتبار سے بشر سے جدا ہونا ضروری امر ہوا اور تشبیہ محض باعتبار ظاہر کے رہ گئی اسی کو حضور ﷺ نے فرمایا: "یا اَبا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی " کذافی مطالع المسرات {اے ابوبکر! میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا} اور یہی مراد ہے حضور ﷺ کی اس فرمان سے جو ارشاد ہوا کہ: "لِیْ مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب ولا نبی مُرسل" {اللہ کے ساتھ میرا ایک وہ وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش نہ کسی نبی مرسل کی مجال} اس پر "شرح شفا" میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا فرمان واجب الاذعان سننے کے قابل ہے، فرمایا: " والتحقیق اَنّ المراد بالنبی المرسل ذاتہ الا کملفانہ فی مقام جمع الجمع یفنی عن ذاتہ و مقاماتہ " یعنی تحقیق یہ ہے کہ مراد نبی مرسل سے حضور ﷺ کی ذات کاملہ ہے اس لئے کہ حضور مقام جمع الجمع میں اپنی ذات و مقامات سے فنا ہو کر اللہ کی ذات وصفات کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔} علامہ علی قاری کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سرکار ابد قرار علیہ افضل الصلوۃ والسلام کے لئے ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں خود انہیں کی بشریت حاضر نہیں ہوتی بھلا جس کا باطن ایسا ارفع و اعلیٰ ہو اس میں سوائے مشابہت ظاہری کے اور کیا متصور ہو۔ اسی لئے علمائے کرام نے مشابہت صرف حضور ﷺ کے ظاہر میں رکھی وہ بھی بایں معنی کہ حضور پر بعض اعراض و امراض بشری طاری ہوتے ہیں نہ کہ حسن و صورت میں کہ وہ تو سب سے اعلیٰ ہے اور جس طرح ان کا باطن سب سے ارفع ہے اسی طرح تمام انبیاء کے بواطن تمام بشر سے اعلیٰ ہیں، شفا میں ہے:

"فظواھرھم و اجسادھم و بنیتھم متصفۃ باوصاف البشر طارئ علیھما ما یطرا علی البشر من الاعراض والاسقام والموت ولفناء وَ لغوت الانسانیۃ وَ ارواحھم بواطنھم متصفۃ با علیٰ من اوصاف البشر متعلقۃ بالملا الا علیٰ متشبھۃ بصفات الملٰئکۃ سلیمۃ من التغیر والأفات لا یمحقھا غالبا عجز الشریۃ ولا ضعف الانافیھۃ ......الخ"

{انبیاء کے ظواہر اور ان کے اجسام اوصاف بشری سے متصف ہیں ان پر وہ طاری ہوتا ہے جو بشر پر طاری ہوتا ہے یعنی اعراض و امراض و موت اور انسانی احوال اور ان کی ارواح و بواطن ان اوصاف سے متصف ہیں جو بشر کے اوصاف سے اعلیٰ ہیں اور صفات ملائکہ کے مشابہ ہیں تغیر و آفات سے محفوظ ہیں کہ انہیں عجز و بشریت اور ضعف انسانیت نہیں لاحق ہوتا۔} "نسیم الریاض شرح شفاء" میں ہے:

"(فجعلوا من جھۃ الاجسام والظواھر مع البشر) اَی موافقین لھم فی صورتھا (ومن جھۃ الرواح و البواطن مع الملائکۃ) اَی متصفین بصفاتھم وھذا دلیل علیٰ اَن ظاھرہ کما صَرّحوا بہ ولا یقاس علیہ غیرہ من الأمۃ کما توھم وقوضوہ ﷺ استحابا اَو تعلیمات لامتہ اَو لعروض مایقتضیہ "

نیز اسی میں ہے: "لا نہ ﷺ بشری الظاھر ملکوتی لا یتحلی با حوال البشر کعد الیاقوت من الاحجار " {انبیاء کرام اپنے ظواہر و اجسام کی جہت سے بشر کے ساتھ کئے گئے یعنی ظاہر صورت بشری میں بشر کے مشابہ ہوئے اور اپنی ارواح و بواطن کی جہت سے ملائکہ کے ساتھ رکھے گئے یعنی ان کی ظاہر سے متصف ہوئے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا ظاہر بشری ہے اور باطن ملکوتی ہے اسی لئے علماء نے کہا کہ حضور ﷺ کی نیند ناقض وضو نہیں اور آپ پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ کسی کو وہم ہوا اور نیند سے حضور ﷺ کا وضو فرمانا استحبابی امر ہے یا امت کو تعلیم کے لئے ہے یا کسی ایسے امر کا عارض ہونا ہے جو وضو کا مقتضی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ ظاہر میں بشری ہیں باطن میں ملکوتی ہیں اور آپ بشری احوال سے اسی وقت متصف ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے تاکہ امت ان کی ریت پکڑے اور ان خصال حمیدہ سے مشرف ہو جو اللہ نے حضور ﷺ کے لئے پسند فرمائے، تو حضور ﷺ کو بشر میں شمار کرنا ایسا ہے جیسا کہ یاقوت کو پتھر میں گننا۔}

ناظرین کرام! دیکھیں کہ ان عبارتوں سے کیسا روشن کہ تشبیہ محض ظاہر کے اعتبار سے ہو سکتی ہے اور باطن کے اعتبار سے نہیں

ہو سکتی۔ معترض بہادر! یہ سنتے چلیں کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا وہ ترجمہ جسے انہوں نے اردو کے ترجمہ کی بنا پر غلط بتایا تھا وہ علماء کے نزدیک نہ صرف یہ کہ صحیح ہے بلکہ ایسا مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں تو وہ جو ہم نے کہا تھا کہ ہر غیر مشہور غلط نہیں ہوتا محض تنزل تھا اور اردو کے ترجموں کی حد تک تھا۔ نیز ان ارشادات کے پیش نظر ترجمۂ رضویہ کو دیگر تراجم پر فوقیت ظاہر جیسا کہ پہلے بیان کر آئے تو اس مقام پر دیگر تراجم کو لانا جہل ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

معترض میں ہمت ہے تو اب ان علماء کو وہ الزام دے جو سرکار امام احمد رضا کو دیئے کوئی بعید نہیں کہ انہیں بھی کہنے کی جرأت کر بھاگو، مگر پہلے اپنوں کی تو خبر لو۔ سنو! یہ شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ کیا فرمارہے ہیں: ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى'' کے تحت تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں: ''یعنی البتہ ہر حالت آخر بہتر باشد ترا از معاملت اول تا آنکہ بشریت ترا اصلاً وجود نہ ماند و غلبۂ نور حق بر تو علی سبیل الدوام حاصل شود'' اھ {ہر آیندہ حالت تیرے لئے معاملہ گزشتہ سے بہتر ہوگی یہاں تک کہ تیری بشریت کا اصلاً وجود نہ رہے اور ہمیشہ کے لئے تیرے اوپر نور حق کا غلبہ ہو۔} معترض صاحب! یہ تو بہت اونچی ہوگئی، آپ نے تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو محض اتنی سی بات پر کہ انہوں نے ''ظاہر صورت بشری'' فرمادیا یہ الزام دے دیا کہ معاذ اللہ سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ والثناء امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خدا ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ''دوسرے ''ظاہر صورت بشری'' میں تو پیارے پیغمبر دوسرے انسانوں کی مانند انسان ہیں حقیقت میں کیا ہیں یہ نہیں بتلایا اگر انسان کے علاوہ فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق مانا جائے تو توہین ہوتی ہے کیونکہ انسان تمام مخلوقات سے درجہ میں بلند ہے اس لئے سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ ظاہری میں بشر ہیں حقیقت میں خدا ہیں...... الخ'' ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے، کافر سب کو کافر ہی سمجھتا ہے مگر شاہ صاحب تو معترض کے طور پر بشریت حضور ہی سے منکر ہوگئے۔ اب انہیں بھی یہی الزام دے ورنہ ان کے بچاؤ کی کیا تدبیر ہے، بتایئے؟

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ابھی کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو اور سنیئے، یہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ''قصیدہ بردۃ'' کی ''شرح عطر الوردۃ'' میں رقمطراز ہیں:

منزہ عن شریك فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

''جناب رسالت مآب ﷺ اس عیب سے پاک ہیں کہ ان کی خوبیوں میں بالذات اور کوئی ان کا شریک ہو بلکہ تمام خوبیوں کے آپ مستقل مالک ہیں اوروں میں جو خوبیاں ہیں آپ کی خوبیوں کا ظل ہے کیونکہ وہ آپ ہی سے مستفادہ ہیں...... الخ''

معترض صاحب! یہ تو تمہیں اور کڑوی لگنی چاہیے کہ اس میں تو سرے سے تشبیہ ہی کی نفی ہے مگر دیوبندی کی شرم رکھنے کو کچھ فتویٰ صادر نہ کروگے۔ یہی ذوالفقار علی اس کتاب کے آخر میں اپنے قصیدۂ نعتیہ میں کہتے ہیں...... ع

ما مثل احمد فی الوجود کریما

حضور ﷺ کے مثل وجود میں کوئی کریم نہیں۔

ظاہر ہے کہ کرم ایک باطنی وصف ہے جس میں حضور کے مثل کی نفی کی ہے، اللہ انصاف! جب حضور ﷺ کے وصف باطنی میں کوئی آپ کا مثل نہیں تو اب مثلیت سوائے ظاہر کے کاہے میں رہ گئی؟ کیوں معترض بہادر! اب کیا یہی ٹھہرائی ہے کہ ہم کہیں تم نہ کہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

آگے ''میلاد گوہر'' کے اشعار نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ: ''ان شعروں میں رسول اللہ ﷺ کو خدا کا اوتار ظاہر کیا گیا ہے اگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس کو تسلیم نہیں کرتے تو انہوں نے ترجمہ میں ''ظاہر صورت'' کے الفاظ کیوں بڑھائے۔''

بحمدہ تعالیٰ! ہم نے ثابت کیا کہ ''ظاہر صورت'' کی قید ضروری جس پر صحت کلام موقوف ہوا اور اسی سے آیات واحادیث کے درمیان تطبیق حاصل اور اپنے مفید مطلب عبارات خصوصاً شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا فرمان واجب الاذعان اور آخر میں ذوالفقار علی دیوبندی کی عبارت پیش کی، کسی کے خلاف شرع شعر سے امام احمد رضا پر کیا الزام۔

نہ اس ''ظاہر صورت'' کی قید سے مذکورہ اشعار کا تسلیم کرنا لازم ہے تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور اس دیوبندی سے بھی پوچھے کہ، اے شاہ صاحب! اگر تم ان کو تسلیم نہیں کرتے تو تم نے کیوں کہا کہ: ''تیری بشریت کا اصلاً وجود نہ رہے۔'' اور اے دیوبندی صاحب! تم نے حضور کے مثل کی نفی کیوں کی۔ معترض بہادر! پھر بے دیکھے تیر چلا گئے

تنبیہ: میلاد گوہر سے معترض نے یہ شعر بھی نقل کیا:

ادب سے زباں تھام کر رہ گیا میں
حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے

اس شعر میں کوئی حرج نہیں اس سے معترض کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو اسے ذکر کرنا طرفہ جہالت ہے۔ نیز اس شعر کو بھی معترض نے جائے اعتراض میں رکھا ہے جو یہ ہے۔

ندا تھی کہ سرکار تشریف لاؤ   دو عالم کے مختار تشریف لاؤ

یہ شعر ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ وہابیہ نہ مانیں تو ہماری بلا سے جہنم میں جائیں۔ پھر لکھتے ہیں: ''اگر کوئی صاحب کہہ دیں کہ ''ظاہر صورت'' اس لئے بڑھایا گیا ہے تا کہ کوئی دھوکہ نہ کھا جائے کہ پیغمبر ﷺ خدا کی پناہ بالکل دوسرے انسانوں کی مانند کمالات سے خالی ہیں۔ یہ کہنا جہالت ہے کیونکہ جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے وہ آپ کے فضائل پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جن کا ایمان نہیں ان کے لئے یہ وضاحت بیکار ہے۔''

اقول: اوّلاً: ہرگز بیکار نہیں اس لئے کہ ایمان والوں میں زیرک و نادان سبھی ہیں اور نادان کے لئے یہ وضاحت ضروری اگر چہ زیرک کے لئے ضروری نہیں اور بے ایمان کے لئے یہ قید اس کے منہ میں لگام لگانے کے لئے ہے۔

ثانیاً: معترض نے خود ہی صاف کہہ دیا کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے وہی ہیں جن کا فضائل حضور ﷺ پر ایمان ہے۔ معترض بہادر! اسماعیل دہلوی تو سب بندوں کو بڑے یا چھوٹے عجز و نادانی میں برابر کہہ چکے اور یہ کہہ کر فضائل نبی سے مکر چکے اور تم خود قبول کر چکے کہ: ''جس کا قرآن مجید پر ایمان ہے...... الخ'' تو بولو! تم اور تمہارا امام بے ایمان ہوئے کہ نہیں پھر کس منہ سے کہتے ہو: ''جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے...... الخ'' ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

آگے کہتے ہیں کہ: ''سوال ہوتا ہے کہ اگر ترجمہ میں صرف بشر لے آتے تو حرج کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول ﷺ کو بشر کہنا کافروں کا طریقہ بتلا چکے ہیں...... الخ''

اقول: جی کافروں کا طریقہ نہیں تو آپ کے نزدیک مومنوں کا طریقہ ہوگا۔ ذرا بتائیے کونسی آیت، کون سی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں نے سرکار ﷺ کو اپنا جیسا بشر کہا؟ قل ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین

پھر لکھا: ''رسول اکرم کو صفات خداوندی کا مظہر اور کائنات و جنت و دوزخ، رزق و خیر کا مالک و قاسم بتا چکے ہیں اور حضور کو اپنا مجازی رب اور اپنے کو ان کا بندہ کہہ چکے ہیں...... الخ''

قول: ''اور رسول اکرم کو صفات خداوندی کا مظہر'' اللہ! اللہ! بقلم خود توحید پرستوں کو حضور کے مظہر الٰہی ہونے پر بھی اعتراض ہے جن کی یہ شان ہے کہ: ''من رآنی فقد رأی الحق'' {جس نے مجھے دیکھا اس نے اپنے اللہ کا جلوہ دیکھا۔} معترض بہادر! اگر بندے کا مظہر صفات الٰہی ہونا ناجائز تو: ''تخلقوا باخلاق اللہ'' {اللہ کے اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو جاؤ۔} کا کیا مطلب ہوگا اور مشکوٰۃ کی اس مشہور حدیث کا کیا معنی بیان کی جائے گا جس میں وارد ہوا: ''ولا یزال عبدی یتقرب إلی با النوافل حتی أحبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصربه و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها'' {بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک میں اسے چاہتا ہوں تو جب میں اسے چاہتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔} اللہ کے کان، آنکھ، ہاتھ، پیر نہیں تو سوائے اس کے کیا کہئے گا کہ بندہ اللہ کے صفات سمع و بصر و قدرت کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اچھا معترض بہادر! ہماری نہ مانو تو اپنے امام (اسماعیل دہلوی قتیل) کی سنو، وہ صراط مستقیم میں رقم طراز ہیں: ''پس صفات اگر چہ فی حد ذاتہا مستغنی از مظاہر است لیکن بنا بر اقتضائے حکمت الٰہیہ با وجود استغنا در مظاہر مختلفہ کہ عبارت از مخلوقات است ظہور نمودہ ...... الخ'' ملتقطاً

لو اتم تو حضور ﷺ کو اللہ کے صفات کا مظہر کہنے پر معترض ہو امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی قتیل) نے تو ساری مخلوق کو مظاہر صفات کہہ دیا، ہماری تائید ہوئی۔ وللہ الحمد معترض بہادر! اب امام الطائفہ کو کیا کہتے ہیں۔ کذالک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانو یعلمون

قولہ: ''اور کائنات و جنت و دوزخ، رزق و خیر کا مالک و قاسم بتا چکے ہیں......الخ'' بے شک حضور ﷺ مالک و قاسم ہیں، ان کے رب نے انہیں مالک بنایا۔ قال تعالیٰ: ''اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ'' {بے شک اے محمد ﷺ! ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔} ''مدارج النبوۃ'' میں فرمایا: ''مراد بداں خیر کثیر است در دنیا و اٰخرت ......الخ'' {مراد اس سے دنیا و آخرت کی کثیر نعمتیں ہیں۔}

رہی یہ بات کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کو حضور ﷺ کا بندہ لکھ چکے ہیں تو یہ بے شک صحیح ہے۔ یقیناً ہر اہل ایمان کے لئے بندۂ سرکار مدینہ ہونا فخر ہے مگر اس سے نتیجہ نکالنا کہ خود کو ان کا بندہ کہنا معاذ اللہ انہیں خدا کہنا ہے، یہ معترض اور اس کی جماعت کی عقل کے شایان ہے۔ قرآن میں ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا گیا: ''وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ'' {تم میں جو عورتیں بے شوہر ہیں ان کو بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور باندیوں میں جو لائق ہیں ان کا نکاح کر دو۔} معترض بہادر! اب یہی الزام خدا کو دو۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ'' {مسلمان پر، اس کے بندے اور اس کے گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں۔} یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجمع صحابہ میں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر اعلانیہ برسر منبر فرمایا: ''کنت مع رسول اللہ ﷺ وکنت عبدہ و خادمہ'' {میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، میں حضور ﷺ کا بندہ تھا اور حضور ﷺ کا خدمت گار تھا۔} یہ حدیث وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ''ازالۃ الخفاء'' میں، بحوالہ ابو حنیفہ و کتاب ''الریاض النضرۃ'' لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی۔ ''مثنوی شریف'' میں ''قصۂ خریداری بلال رضی اللہ عنہ'' میں ہے:

''سیدنا صدیق اکبر نے حضور پر نور ﷺ سے کیا عرض کی۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو \
کردمش آزاد ہم بر روئے تو

اللہ ﷻ فرماتا ہے: ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ'' {اے محبوب! تم اپنی تمام امت سے یوں خطاب فرماؤ کہ: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔}

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ ''مثنوی شریف'' میں فرماتے ہیں۔

بندۂ خود خواند احمد در رشاد \
جملہ عالم را بخواں قل یعباد

طرفہ یہ کہ وہابیہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی ''حاشیہ شمائم امدادیہ'' میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ تمام جہان رسول اللہ ﷺ کا بندہ ہے۔ معترض بہادر! حضور ﷺ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مولانا روم علیہ الرحمہ کو بھی کیا شرک کا الزام دیں گے؟ نیز شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہیں گے؟ اور اپنے حکیم الامت تھانوی صاحب کے لئے کیا کہیں گے؟ اور سنیں محمود حسن دیوبندی، رشید احمد گنگوہی کے لئے کہہ رہے ہیں......ع

عبید سود کا انکے لقب تھا یوسف ثانی

[مرثیہ گنگوہی]

یعنی رشید احمد گنگوہی کے کالے غلام بھی یوسف ثانی ہیں، ان کے لئے بھی جواب سوچ رکھیں۔ آگے معترض صاحب بہادر منہ کھولتے ہیں: ''اور بعض معتقد تو کھلے طور پر بشریت سے انکار کر چکے ہیں۔ اسی گروہ کے ہمنوا ''راز الٰہ آبادی'' کہتے ہیں۔

تجھے کہہ سکوں بشر میں یہ کہاں مری حقیقت \
میں زمیں پہ مر رہا ہوں تیری عرش تک رسائی

بہت برے ہیں وہ لوگ جو حضور ﷺ کی بشریت سے منکر ہیں، خارج از اسلام ہیں، وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں، ہم اہلسنّت نہ بشریت مصطفیٰ ﷺ کے منکر ہیں............ بقیہ صفحہ......۳۱ ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی مضمون

محمد اخلق رضوی مصباحی

زبان شناس مترجم

انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانوں کو ادا کرنے کا سلیقہ اور شعور عطاء فرمایا ہے۔ زبانوں کا ارتقاء اور تخیل کی صفائی کے حصول کا کیا طریقہ رہا ہے یہ الگ بحث ہے جس کا تعلق دوسرے علوم سے ہے خاص کر علم بشریات سے اور علم تاریخ ارتقا سے تاہم یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک زبان کے مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت کافی قدیم زمانے سے محسوس ہوتی رہی ہے اور تہذیب کے دور میں ملکی، دینی، سیاسی، ادبی ضرورتوں کے تحت ترجمہ کی حاجت قائم ہوتی ہے اور کافی زمانے سے اس کے ماہرین پیدا ہوتے رہے ہیں۔

ہر زبان کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے۔ جملہ کی ساخت میں جس میں تقدیم اور تاخیر سے کئی ایک طرح کے مفہوم لئے جاتے ہیں۔ مثلاً آپ اردو میں دیکھیں:

کام تمام کردیا...... اکثر ختم کرنے اور ہلاک کرنے کے معنیٰ میں

تمام کام کردیا...... زیادہ کرنے پر، تعریف کے موقع پر

میرے اوپر آنکھیں نکالیں...... غصہ کرنے کے لئے، غیر محدود کر کے

آنکھیں میرے اوپر نکالیں...... غصہ کرنے کے لئے، محدود کرنے کے لئے، یعنی صرف میرے اوپر ناراض ہوا دوسروں پر نہیں

اسی طرح ہر زبان میں ساخت کا مفہوم پر خاص اثر ہوتا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ ایک زبان کے مقابلہ میں دوسری زبان کا لفظ رکھتے وقت بھی بہت سی باریکیاں نظر میں ضروری ہوتی ہیں مثلاً: ڈرنا، گھبرانا، لرزہ براندام ہونا، دل ٹھکانے نہ رہا، ہاتھ پیر پھول گئے، دھک دھک ہوگئی، خون سوکھ گیا۔ یہ سارے الفاظ تقریباً خوف کے کھانے اور خوف کے مختلف مراحل کے لیے استعمال ہوتے ہیں اسی طرح عربی میں: ذُعِرَ، خاف، دهش، ارتعدت فرائصہ، فزِعَ، اقشعرّ جلدہ، ارتعد فرقا، فرِق وغیرہ الفاظ خوف کی مختلف حالتوں پر دلالت کرتے ہیں اسی لیے دونوں زبانوں کے مرکبات اور مفردات کے فرق پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

یعنی جن دو زبانوں کے مابین ترجمہ ہو رہا ہے ان کے مفردات، مرکبات جملوں کی ساخت کے فرق پر بہت گہری نظر ہونا ضروری ہے، یہ نظر جتنی باریک ہوگی ترجمہ اتنا ہی اچھا ہوگا حتیٰ کہ بعض وقت ترجمہ اصل کتاب سے زیادہ مؤثر ہو جاتا ہے اگرچہ ایسا شرف دنیا کے چند ترجموں کو نصیب ہوا ہے کہ اصل کتاب کو لوگ ترجمہ کے مقابلہ میں بھول گئے جیسا کہ ''پنج تنتر'' کا ترجمہ کہ فارسی سے ہوتا ہوا عربی میں پہنچا تھا عربی میں ہارون رشید کے زمانے میں عبداللہ بن المقفع بلیغ عرب کے قلم نے اس کے ترجمہ کو ایسا خلود بخشا کہ ان کا ترجمہ اصل کتاب سے زیادہ مشہور ہوا اور پوری دنیا میں پھر بلیغ عرب کے ترجمہ سے ہی ''پنج تنتر'' کا ترجمہ ہوا۔

ترجمے علمی ادبی دونوں طرح کے ہوتے ہیں، اسی طرح دینی کتابوں خاص کر کتاب وسنت کے ترجمہ کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ قرآن پاک اور حدیث پاک کا ترجمہ صرف عبارت کے اعتبار سے ہی سخت نہیں ہے بلکہ شرعی اعتبار سے بھی بہت مشکل ہے کیوں کہ اس میں یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اصل معنیٰ کی تحریف نہ ہو جائے کہ پھر سارا کیا دھرا اکارت ہو جاتا ہے اور انسان سخت گنہ گار ہوتا ہے۔

ہم نے کتاب وسنت کے بہت سے تراجم دیکھے ہیں مگر امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم سے نکلے ہوئے ترجموں کا الگ انداز ہے، جن میں اصل سے مطابقت اتنے اعلیٰ درجہ میں پائی جاتی ہے کہ اس سے آگے نہایت مشکل معلوم ہوتی ہے، جس کی کچھ تفصیل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے صفحات میں کرنے جارہے ہیں۔

امام احمد رضا نے اکثر ترجمے عربی سے اردو میں کیے ہیں اور اردو سے عربی میں بھی اور کچھ فارسی کے مابین بھی کیے ہیں۔ یہاں ہم یہ بتادیں کہ امام احمد رضا جس تاریخ میں ترجمہ کر رہے تھے اس وقت

اردو نثر کی کیا حالت تھی اور اس وقت ترجموں میں کس انداز کی زبان استعمال کی جاتی تھی جس سے ظاہر ہوگا کہ امام احمد رضا کے ترجمہ کی زبان کتنی شستہ ترقی کردہ اور مستقبل کے قریب تر زبان تھی۔ ترجمہ کی زبان جو امام احمد رضا نے استعمال کی ہے اس زبان کا تقابل اور موازنہ اس دور کی عام نثر سے کرتے ہیں تو یہ ترجمہ کی زبان ہوتے ہوئے بھی نہایت ترقی کردہ معلوم ہوتی ہے۔

امام احمد رضا کا دور: امام احمد رضا کی پیدائش ۱۴؍ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی اور ۱۸۷۰ء کو آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کی لہٰذا امام احمد رضا کی تحریروں کا زمانہ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ یعنی ۱۸۷۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں قرآن پاک کا ترجمہ فرمایا جو ''کنز الایمان '' کے نام سے مشہور ہوا...... تو اس دور میں اردو نثر کی حالت پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہیں۔

اردو نثر کی ابتدا چودھویں عیسوی ہی سے ہوتی ہے اور یہ دور اٹھارہویں صدی تک دراز ہے۔ اس دور میں اردو نثر میں فارسی دکنی زبان کا عنصر غالب رہا ہے اس دور کے آخر میں انیسویں صدی کی ابتدا میں نثر میں اصلاح شروع ہوئی اور اس اصلاح کی ضرورت سب سے پہلے انگریزوں کو ہوئی تاکہ عام زبان حاصل کر کے سیدھی سادی زبان میں بات کر سکیں اور اسی لیے کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج میں اس سادہ نثر کا اہتمام کیا گیا۔ اس دور کے آخر میں زبان کے دو انداز شروع ہوگئے تھے۔ ۱: مسجع اور مقفیٰ عبارت ۲: آزاد اور سادہ تحریریں

مگر آزاد اور سادہ تحریریں بھی ابھی اپنی ساخت میں ابتدائی مراحل میں تھیں۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں جدید نثر کا دور شروع ہوا اور یہ اردو نثر کا دور تھا، اس میں بھی ایک طرف فارسی آمیزش والا اسلوب زیادہ پسند تھا جس کی مثال ''فسانۂ عجائب'' نام کی کتاب ہے۔ دوسری طرف آزاد اور نہایت صاف زبان لکھنے کی طرف ایک جماعت نے توجہ کی اس میں سرسید، شبلی نعمانی، ذکاءاللہ، مولوی چراغ علی، نواب محسن الملک، نذیر احمد کی تحریر صاف اور ترقی کردہ سمجھی جاتی ہے اور جدید نثر کا ان لوگوں کو معمار تصور کیا جاتا ہے، اس دور کے آخر میں مولانا عبدالحلیم شرر اور پنڈت رتن ناتھ سرشار کی تحریر نہایت عام اور سلیس زبان میں تھی۔

بیسوی صدی کے آغاز میں آخر کار مقفیٰ نثر متروک ہوتی چلی گئی اور صاف نثر لکھی جانے لگی اور اسی کو مقبولیت حاصل ہوئی وجہ اس کی صاف ہے کہ ملکی اخبار اور سیاسی حالات علمی ترجمہ اسی کے ہی متقاضی تھے۔ اس دور میں راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی، پریم چند، نیاز فتح پوری سجاد حیدر، لطیف احمد، قاضی عبدالغفار وغیرہ نثر نویس مشہور ہوئے ہیں۔

اس کی روشنی میں ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا کو دوسرا دور مکمل اور تیسرے دور کا ابتدائی اکثر حصہ دیکھنے کو ملا۔ اس زمانے میں اخبار وصحافت کی ہی زبان زیادہ صاف تھی۔ باقی زبان اتنی صاف نہیں تھی جس کا فرق ہم سرسید کے مضامین ''تہذیب الاخلاق'' اور ان کی دوسری تصنیف ''آثار الصنادید'' میں دیکھ سکتے ہیں اور اس دور کے ترجمہ کی زبان میں نقل لفظ کو ہی ترجیح دی جاتی تھی۔ امام احمد رضا کا خانوادہ ایک علمی خانوادہ تھا اور اردو کے ابتدائی دور کے آخر میں یعنی انیسویں صدی کے نصف اول میں ان کے والد صاحب کی چند تصانیف ہیں جن کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مولانا نقی علی خاں نے سرسید اور حالی سے پہلے ہی نہایت سلیس نثر کو اختیار کر لیا تھا۔ اس کا اثر امام احمد رضا کی نثر پر آنا لازم تھا کیوں کہ آپ کی تعلیم اکثر آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب سے ہوئی تھی۔

مگر امام احمد رضا کی نثر میں ایک عجیب طرح کی لذت ہوتی ہے جو دوسروں کے یہاں نہیں ملتی ہے۔ وہ نثر نہایت صاف اور غموض سے پاک ہوتی ہے۔ فارسی کے الفاظ کو آپ اس انداز سے پیوستہ کرتے ہیں کہ وہ اردو کے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ تقدیم و تاخیر نہایت واضح انداز سے ہوتی ہے کہ جملہ کو دوسری ترکیب میں بدلا ہی نہیں جا سکتا۔ قافیہ اور سجع والی بھی ہوتی ہے مگر وہ طبعی اور فطری ہوتی ہے کہ اس کی جگہ دوسرا لفظ موزوں نہیں ہو سکتا۔ آپ کی نثر میں علم و ادب ایک ساتھ چلتے ہیں۔ قافیہ اور سجع واضح ترکیب بن جاتے ہیں اور سلاست، وضاحت، اختصار، عظمت، شکوہ اور تناسب اعلیٰ سطح پر موجود ہوتا ہے۔ بات یہاں پر خاص یہ ہے کہ آپ نے تمام خصوصیات کو فتوئی میں، خط میں، ترجمہ میں غرض ہر تحریر میں محفوظ اور باقی رکھا ہے۔ غرض کہ آپ کی

شاعری میں بھی یہ ہی طرز اور سلاست برقرار ہے کہ وہ شعر بھی ہے اور فطری ترکیب پر بھی اس کو نثر کرتے وقت بھی وہی شعری ہیئت برقرار رہے گی۔ شعر میں میں نے یہ انداز اصرف ابراہیم خاں ذوقؔ کے یہاں سب سے زیادہ پایا کہ ان کے شعر کی نثری تحلیل شعری ہیئت کو چھوڑتی نہیں، یہ شاعری اور زبان پر عظیم قدرت کی علامت ہے۔ ذوقؔ کے اس شعر کو دیکھیے۔

احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے
نکل جاتے مگر رستہ نہ پایا

اس شعر کی نثری تحلیل بھی اس کے علاوہ نہ ہوگی...... اور امام احمد رضا کا یہ شعر۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

آپ اس کی نثر اس سے بہتر نہیں لاسکتے۔

بہر حال امام احمد رضا نے زبان کی آبرو ہر جگہ باقی و برقرار رکھی۔ آپ کثیر المطالعہ اور وسیع النظر عالم تھے اس لیے زبان کے تعلق سے ہر پہلو پر آپ کی نظر رہتی تھی اور علوم کی باریکیوں پر آپ کی نہایت اعلیٰ توجہ رہتی تھی۔ جس کا اندازہ ہم کو آپ کی تحریروں اور ترجموں سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم آپ کو ایک ''زبان شناس مترجم'' کہہ سکتے ہیں۔

ترجمہ کی خصوصیت: ترجمہ میں اصلی زبان سے مطابقت اور مفہوم کی مکمل ادائیگی اور دونوں زبانوں کی مستعمل ہیئت ہی ترجمہ کو حسن اور عظمت بخشتی ہے۔ قرآن وسنت کے ترجموں میں شریعت کے تقاضوں، عقائد کے اصول، اسلام کے محکم فیصلوں کی مطابقت اور قائل کی عظمت و عزت اور مرتبہ تقدس کا لحاظ بھی ضروری ہوجاتا ہے۔ امام احمد رضا نے قرآن وسنت کے ترجموں میں اس شرائط وقواعد کا ایسا لحاظ رکھا ہے کہ آپ اس میں منفرد ہیں۔ آپ کے ترجمۂ قرآن پاک کے جائزے سے قبل ہم آپ کے سامنے دوسری عبارتوں کے ترجمہ کی چند مثالیں رکھنا چاہتے ہیں۔ رسالہ ''ختم النبوۃ'' میں آپ نے متعدد احادیث واقوال ائمہ کا ترجمہ فرمایا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۴ پر ایک حدیث پاک کا ترجمہ ہم نقل کرتے ہیں یہ ایک طویل حدیث شریف کا خاص حصہ ہے جس میں قیامت کے اندر شفاعت کی طلب کا ذکر ہے کہ لوگ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو آپ ان سے کہیں گے:

" فیاتون عیسٰی فیقولون اشفع لناالی ربك فلیقص بیننافیقول انی لست ھناکم انی اُتُخِذْ تُ الھامن دون اللّٰہ و انہ لا یھمنی الیوم الی نفسی ولکن ان کل متاع فی وعاء مختوم علیہ آکان یقدر علی مافی جوفہ حتی یفض الخاتم فیقو لو ن لافیقول ان محمدًا صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و سلم فیاتونی فأ قول أنالھافاذاارادالّٰلہ أن یصدع بین خلقہ نادی منادأ ین احمدو امتہ فنحن الاٰخرون الأ ولون نحن اخرالأمم واول من یحاسب فتفرج لناالامم عن طریقناالحدیث ھذامختصر "

{جب لوگ اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور سے مایوس ہوکر پھریں گے تو سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوکر شفاعت چاہیں گے۔ مسیح فرمائیں گے میں اس منصب کا نہیں مجھے لوگوں نے اللہ کے سوا خدا بنایا تھا مجھے آج اپنی ہی فکر ہے مگر ہے یہ کہ جو چیز کسی سربہ مہر برتن میں رکھی ہو کیا بے مہر اٹھائے اسے پاسکتے ہیں لوگ کہیں گے نہ۔ فرمائیں گے تو محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اور یہاں تشریف فرما ہیں لوگ میرے حضور حاضر ہوکر شفاعت چاہیں گے میں فرماؤں گا میں ہوں شفاعت کے لیے پھر جب اللہ ﷻ اپنی مخلوق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکاریگا کہاں ہیں احمد ﷺ اور ان کی امت تو ہمیں پچھلے ہیں اور ہمیں اگلے سب امتوں سے پیچھے آئے اور سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا اور سب عرصات محشر میں ہمارے لیے راستہ دیں گی}

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ اور ان کے ترجمہ پر خاص غور کیجیے پھر پوری عبارت کو دیکھیے کہ ترجمہ میں ہر لفظ کے مقابلہ میں لفظ ہے۔ مفردات کے لیے اردو میں مستعمل کلمات لائے گئے ہیں اور ترکیب میں کوئی جھول اور اوچھا پن نہیں ہے۔ یہ عبارت ترجمہ اگر نہ ہوتی تو بھی مکمل ادائیگی کرتی معنی کی۔ ترجمہ میں ایسی مطابقت ہے کہ بے کم وکاست اصل زبان کے الفاظ کا ترجمہ بھی ہوگیا، خود اردو زبان کے اسلوب کے اعتبار سے بھی سلاست، روانی، وضاحت، اختصار، جامعیت، درستی مطالب پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔

اسی طرح اس کتاب کے صفحہ نمبر ۵۸ پر دار قطنی کی ایک روایت درج ہے جس کا ترجمہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے: "قال قلت لعمر بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہم افیکم امام تفترض طاعتہ تعرفون ذلک لہ من لم یعرف ذلک لہ فمات مات میتۃ جاھلیۃ فقال لا و اللہ ماذلک فینامن قال ھذا فھو کاذب فقلت انھم یقولون ان ھذہ المنزلۃ کانت لعلی ثم للحسن ثم للحسین قال قاتلھم اللہ و یلھم ماھذامن الدین و اللہ ماھو لاء الامتاء کلین بناھذامختصر" {میں نے امام زین العابدین کے صاحب زادے امام باقر کے بھائی امام عمر بن علی سے پوچھا: آپ میں کوئی ایسا امام ہے جس کی طاعت فرض ہو آپ اس کا یہ حق پہچانتے ہیں، جو اسے بے پہچانے مر جائے جاہلیت کی موت مرے، فرمایا: خدا کی قسم ہم میں کوئی ایسا نہیں، جو ایسا کہے جھوٹا ہے، میں نے کہا: رافضی تو کہتے ہیں یہ مرتبہ مولیٰ علی کا تھا پھر امام حسن پھر امام حسین کو ملا، فرمایا: اللہ رافضیوں کو قتل کرے خرابی ہو ان کے لیے یہ کیا دین ہے خدا کی قسم یہ لوگ نہیں مگر ہمارا نام لے کر دنیا کمانے والے، والعیاذ باللہ}

دیکھیے ہم نے جو خوبیاں ترجمے کی ذکر کی تھیں وہ یہاں پر مکمل صورت میں موجود ہیں۔ اس کتاب میں اور "الامن و العلی" وغیرہ میں آپ نے کافی ترجمے کیے ہیں جو انشا اور ترجمہ کے بہترین نمونے ہیں کاش کوئی ان کو جمع کر کے کتاب تیار کر دے۔

ترجمہ قرآن پاک: آپ نے ترجمہ قرآن پاک میں تو اپنی قابلیت کا کمال ہی دکھایا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک کے ترجمہ کو شرعاً تفسیر کے درجہ میں ہی رکھا جاتا ہے۔ کیوں کہ وحی کا بدل اور خوبیاں دوسری زبان میں منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مگر پھر بھی ترجمہ کا کمال یہ ہے کہ اس میں اصل سے مکمل مطابقت پیدا ہو جائے۔

امام احمد رضا کے ترجمہ کی خوبیاں:

۱: اصل عبارت سے مکمل مطابقت
۲: ہر لفظ کے مکمل مترادف کا وجود
۳: اردو زبان کا ترقی کردہ اور مستعمل اسلوب
۴: بلاغت اور بیان اور صرف و نحو کے مسائل کے مطابق معنی کا انتخاب
۵: معتبر تفاسیر کے عربی ترجمہ کا اردو میں نقل
۶: اسلامی عقائد و سیرت اور مسلمات کی رعایت
۷: قرآن کی محکم آیات کی تعلیم کا لحاظ
۸: اللہ تعالیٰ، انبیائے کرام، اولیائے کرام، صالحین کے مرتبہ کے مطابق کلمات کا انتخاب
۹: اسی مختصر عبارت اور ترجمہ میں ذہن میں گردش کرنے والے سوالات کا جواب جو اس کے اسلوب سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔
۱۰: راجح تفسیر اور مقبول تفسیر کا ترجمہ میں لحاظ

اب ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں، آپ کے ترجمہ قرآن پاک سے مندرجہ بالا خوبیوں کا آپ اندازا کر سکتے ہیں۔ ان مثالوں میں ان مواقع کو چھوڑ دیا گیا ہے جن کو بارہا ہمارے سابقین لکھ چکے ہیں لہٰذا ان مثالوں کے ساتھ ان کو بھی شامل سمجھنا چاہیے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ {راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا}

آپ نے "**اَنْعَمْتَ**" کا ترجمہ احسان سے کیا ہے اردو میں انعام کیے پر حق بنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق بغیر اس کی رحمت کے نہیں، اس کا جو کچھ انسان پر عطیہ ہے وہ کسی عمل کے حق پر نہیں لہٰذا احسان ہی ہے اس کی ہر ہر نعمت۔ یوں تو اکثر محققین نے فرمایا ہے مگر امام احمد رضا نے اپنے اس ترجمہ میں متقدمین مفسرین کی رائے کو ترجیح دی ہے چنانچہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "**معالم التنزیل**" میں "**انعمت**" کے ترجمہ میں ارشاد فرمایا ہے: "**اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (اَیْ مَنَنْتَ علیھم بالھدایۃ و التوفیق)**" عربی میں "منۃ" اردو میں اس کو احسان ہی کہا جاتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ [البقرۃ:۲۳]

{اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے اس خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو۔}

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں پر "عبدنا" میں اضافت تشریف یعنی قربت اور عزت بڑھانے پر دلالت کرنے کے لیے ہے

اور امر کا صیغہ "فَأْتُوا" مخاطب کا عجز اور بے بس ہونے کے بیان کے لیے ہے ان دونوں باتوں کی طرف امام احمد رضا نے کیسا لطیف اشارہ فرمایا کہ عربی سے ناواقف اور بلاغت کے قواعد کے ناخواندہ شخص بھی اس راز کو پالے۔ "خاص بندے" ترجمہ کر کے اور۔ اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔ اس خاص اسلوب کے ذریعہ اگر اس میں لفظ "تو" نہ ہوتا تو یہ خوبی ظاہر نہ ہوتی۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ [البقرۃ:۳۰]
{بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خوں ریزیاں کرے۔}

یہاں پر "دم" خون کی جمع "دمـــاء" کا لفظ لایا گیا ہے ظاہر میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے جو خونوں کو بہائے یعنی خون کو اور جمع خونوں مگر یہ جمع شاید ذوق پر گراں گزرے اس لیے امام احمد رضا نے فعل "یَسْفِکُ" اور مفعول "دماء" کا ترجمہ تو کیا ہی ساتھ میں اس کے جمع ہونے کا بھی لحاظ کیا اور گراں لفظ سے بھی گریز کر لیا اور فرمایا خون ریزیاں کرے فعل کا ترجمہ بھی ہو گیا اور خوب صورتی کے ساتھ مفعول کے جمع ہونے کا بھی ذکر ہو گیا۔

ہم نے بتایا کہ امام احمد رضا اردو ترجمہ میں تفسیر کی ان جہتوں کا انتخاب کرتے ہیں جو عام مسلمان کو کسی الجھن میں نہ ڈالے اور ساتھ ساتھ وہ کسی عظیم مفسر کی رائے بھی ہو۔ اس مبارک آیت "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا o لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ" [الفتح:۲،۱] {بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔}

یہاں پر اکثر مترجمین نے لفظی ترجمہ کر کے اردو زبان کا لفظ گناہ کی نسبت سرکار دو عالم ﷺ کی طرف کر دی عربی میں "ذَنْبٌ" کے مراتب ہیں جو منسوب الیہ کے اعتبار سے مراد لیے جاتے ہیں مگر اردو میں گناہ کو مذموم شمار کیا جاتا ہے۔ دوسرے عربی میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کے مضاف کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے جو یہاں ہر ایک تاویل کے طور پر ہو سکتا ہے۔ اس لیے امام احمد رضا نے یہاں پر ایسا ترجمہ فرمایا جس سے آیت کے معنی کے ساتھ اصل مراد واضح ہو گئی کیونکہ آیت فتح مکہ کی بشارت تھی اس بشارت میں سرکار دو عالم ﷺ کے گناہ گار ہونے کا اعلان کیسے ممکن تھا وہاں پر تو آپ کے صدقہ میں آنے والی برکتوں کے ذکر کا موقع تھا۔ "معالم التنزیل" میں علامہ بغوی یہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر اگلوں پچھلوں کے گناہوں کی مغفرت آپ کی برکت سے ہوگی یہ مراد ہے، عبارت یہ ہے: "وقال عطاء الخراسانی: ما تقدم من ذنبك يعني ذنب ابويك آدم و حوّاء ببركتك و ما تأخر ذنوب امتك بدعوتك" ترجمہ: مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ...... الخ یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا مرتبہ بڑا ہے آپ کی برکت سے آپ کے والدین اولین آدم و حوا کا کیا معاف کر دیا گیا اور آپ کی دعوت کی برکت سے آپ کی امت کے گناہ معاف کر دیے گئے۔ [تفسیر البغوی/ج:۱۰/ص:۲۲۳]

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ [الروم:۲۷]
{اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہیے۔}

اسم تفضیل کے صیغہ میں دو چیزوں کے درمیان فرق بتایا جاتا ہے اور اصل وصف میں دونوں کو مشترک مانا جاتا ہے جیسے زیـد افضل من عمرو یعنی زید اور عمرو فضیلت میں دونوں مشترک ہیں مگر زید زیادہ فضیلت والا ہے بہ نسبت عمرو کے۔ یہاں اگر ہم ظاہری عبارت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آخرت اور دنیا کے پیدا کرنے پر باری تعالیٰ قادر ہے، مگر پیدا کرنے سے لوٹانا آسان ہے جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے مشکل تھا یعنی دنیا بنانا مشکل تھا اور لوٹانا آسان ہے ظاہر ہے کہ اس وقت واجب تعالیٰ کے حق میں آسان اور مشکل کا اطلاق اس کی قدرت تامہ کاملہ کے خلاف ہے۔ اس پر دنیا بنانا اور لوٹانا دونوں ممکن واقع ہیں نہ کہ مشکل۔ تو بات یہ ہے کہ اس میں آسان اور مشکل کا تعلق اس کی قدرت سے نہیں بلکہ مخاطب کی فہم سے ہے یعنی تمہارے لئے سمجھنا آسان ہے کہ جب اس نے دنیا بنا دی تو دوبارہ بھی بنا سکتا ہے قیامت قائم کر کے۔ اس باریک بات کی طرف امام احمد رضا نے ترجمہ میں اشارہ کر دیا اور آیت کی مراد قاری پر

مکمل واضح ہوگئی اور مخاطب کے ذہن میں کوئی بھی تردد باقی نہ رہا۔

آپ نے دیکھا ان چند مثالوں کو، ان سے یقین ہونا چاہیے کہ امام احمد رضا نے اپنے ترجمہ میں قدیم مفسرین کی آرا، حدیث و کتاب اللہ کے ارشادات کا مکمل لحاظ اور زبان و بیان و بلاغت و فصاحت کا ہر اعتبار سے التزام کیا ہے۔ اور قرآن پاک کے مفہوم و مراد کی طرف بالکل سیدھا سچا راستہ دکھایا ہے اور حق یہ ہے کہ اہل علم کے لئے بھی اور عام لوگوں کے لئے بھی کنز الایمان سے بہتر ترجمہ موجود نہیں۔ اب ایک مثال ملاحظہ فرمائیں: ''قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ[الکہف:۶۳]{بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی۔} علماء بلاغت نے فرمایا ہے کہ: ''أرأیت۔ الرؤیة هنا مستعارة للمعرفة التامّة والمشاهدة الكاملة وهی استعارة تصریحیة تبعیة لأنها أجریت فی الفعل وقد حُذِف المشبه وأُقیمَ المشبه به مقامه والاستفهام فی أرأیت للتعجب۔ [اعراب القرآن للدرویش/ج:۳/ص:۵۱۵]{رویت سے مراد یہاں پر مکمل معرفت اور اعلیٰ درجہ کا مشاہدہ ہے اور از روے بلاغت یہ استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے کہ فعل میں مستعمل ہے تو مشبہ کو حذف کیا گیا ہے اور مشبہ قائم مقام ہے اور مذکور ہے اور استفہام تعجب کے لئے ہے۔}

اب پلٹ کر امام احمد رضا کے ترجمہ کو دیکھیے، تعجب اور مشاہدہ کی طرف کیسا لطیف اسلوب اختیار کیا ہے۔ بھلا دیکھئے تو، لفظ'' بھلا۔ دیکھئے۔ تو'' ان تینوں کلموں کے اتصال نے مکمل بلاغت اردو میں اتار دی اسے کہتے ہیں زبان شناسی۔ تو ہم پھر یہ کہیں گے کنز الایمان جیسا ترجمہ اب موجود نہیں۔ ہاں ان لوگوں کو ضرور یہ ترجمہ گراں گزرے گا جنہوں نے انبیاء کرام اولیائے عظام اور صحابۂ کرام کی عظمتوں کو تار تار کرنے کی قسم کھا رکھی ہے اور جنہوں نے اپنی خواہش سے دین بنایا ہے جو اپنی عقل کی کج رویوں سے ہٹنے کا سوچتے ہی نہیں۔ جنہوں نے بزرگوں کی تعلیم و تفسیر و تحقیق کو رد کرنے کا شیوہ بنالیا ہے۔ **ومن یضلل اللہ فما له من هاد** خدائے تعالیٰ جس کے نصیب میں گمراہی کردے تو اسے کون راستہ دکھائے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد و اصحابه اجمعین۔ امین

......☆بقیہ......حضور تاج الشریعہ کا دورہ☆......

اس موقع پر حضور تاج الشریعہ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ ملاقات میں علمی موضوعات زیر بحث آئے۔ یہاں بھی علمائے مصر و ہند کے درمیان مضبوط روابط پر زور دیا گیا۔ الشیخ احمد طیب نے اس بات پر بھی اظہار مسرت فرمایا کہ جامع ازہر میں حضور تاج الشریعہ کے مریدین، معتقدین وتلامذہ تقریباً 90/ کے قریب ہیں آخر میں شیخ احمد طیب نے حضور تاج الشریعہ کی علمی اور دینی خدمات کے اعتراف میں جامعہ ازہر کا خصوصی ایوارڈ ''الدرا لفخری'' (Pride of performence) دیا۔ یہ ایوارڈ کبار علمی شخصیات کو دیا جاتا ہے۔

بعد نماز عصر حضور تاج الشریعہ کی قیام گاہ پر درس حدیث کا اہتمام تھا۔ آپ نے عراق، لیبیا، سوڈان، الجزائر، یمن، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا وغیرہ کے طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی حضور تاج الشریعہ نے تقریباً 1 گھنٹہ مسلم شریف کا درس ارشاد فرمایا۔

رات میں حضور تاج الشریعہ دکتور محمد خالد ثابت (آپ کا قاہرہ میں بہت بڑا مکتبہ ہے) کے یہاں دعوت پر تشریف لے گئے۔ یہاں کثیر علمائے کرام خصوصاً شیخ یسری رشدی (مدرس بخاری شریف، جامعہ ازہر) اور شیخ احمد شحاتہ بھی موجود تھے۔ محفل میں حضور تاج الشریعہ نے اپنی عربی قصیدہ بھی سنایا۔ آخر میں شیخ یسری نے کئی سوالات کئے، جن کے حضور نے مدلل و مبرہن جوابات عربی میں عنایت فرمائے۔ حضور تاج الشریعہ کے علمی مقام اور تقویٰ سے متاثر ہوکر شیخ یسری اور دیگر علماء نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اس موقع پر حضور تاج الشریعہ نے علماء کو اجازت حدیث اور اجازت سلاسل بھی عطا فرمائیں۔

بدھ 6/مئی 2009ء......حضور تاج الشریعہ نے قاہرہ میں مزارات اولیائے کرام کی زیارت فرمائی۔ مسجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میں آپ نے نماز ظہر اور مسجد سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نماز عصر کی امامت فرمائی۔ بعض دیگر جید علماء نے بھی بذریعہ فون اجازات حاصل کیں۔

6/مئی کو ہی حضور تاج الشریعہ مصر سے واپس بریلی شریف تشریف لے گئے۔ انشاء اللہ! حضور تاج الشریعہ کا یہ دورہ علماء عرب اور علمائے ہندوستان کے درمیان مضبوط علمی، تحقیقی، تعلیمی اور روحانی تعلقات کے لئے سنگ میل ثابت ہوگا۔

خصوصی مضمون

ترتیب: محمد دانش احمد اختر القادری

کنزالایمان
سائنٹفک ترجمۂ قرآن

امام احمد رضا کی شخصیت آج کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آج دنیا کا کونسا خطہ ہے جہاں امام احمد رضا کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ کوئی ان کا ذکر خیر کرکے اپنی سعادت مندی کا ثبوت دیتا ہے تو کوئی ان کا ذکر مٹانے کی کوششوں کے ذریعہ اپنی شقاوتوں کا اظہار کرتا رہتا ہے لیکن امام احمد رضا کے بقول۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

آج نام رضا کی گونج غربائے اہلسنت کی محافل سے نکل کر مشرق و مغرب کے علمی ایوانوں میں بھی سنائی دے رہی ہے..... ؎

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

بہت عرصہ تک امام احمد رضا کو ایک عالم دین اور نعت گو شاعر کی حیثیت سے ہی پہچانا جاتا رہا۔ علوم نقلیہ میں امام احمد رضا کی مہارت اور ثقاہت سے انکار تو ان کے مخالفین بھی نہ کرسکے اور علوم عقلیہ کے ارباب حل وعقد جتنا امام احمد رضا سے متعارف ہوتے جارہے ہیں اتنا ہی ان کی بے تاج بادشاہی کے معترف ہوتے جارہے ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

تاریخ اسلام میں ایسے بیشار نام محفوظ ہیں جن کے کارہائے نمایاں رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے لیکن جب ذکر امام احمد رضا کا آجائے تو تاریخ ڈھونڈتی ہے کہ ان جیسا دوسرا کوئی ایک ہی اسے اپنے دامن میں مل جائے۔ کوئی کسی فن کا امام ہے تو کوئی کسی علم کا ماہر لیکن امام احمد رضا ہر علم، ہر فن کے آفتاب وماہتاب ہیں..... ؎

جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

امام احمد رضا ایک بالغ نظر مفتی بھی ہیں ایک ممتاز فقیہ بھی، تفسیر وحدیث کے امام بھی ہیں، صرف ونحو کے شہنشاہ بھی، وہ محقق بھی ہیں مؤرخ بھی، مفکر بھی ہیں مدبر بھی، ادیب بھی ہیں شاعر بھی، مناظر بھی ہیں مصنف بھی، سیاست داں بھی ہیں ماہر اقتصادیات بھی، معلم بھی ہیں معلم ساز بھی، عاشق مصطفیٰ بھی ہیں اور عشاق کے قافلہ سالار بھی، مجتہد بھی ہیں مجدد بھی اور مجدد کیوں آتا ہے، اس کی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں؟ اس سوال کا جواب علامہ نسیم احمد صدیقی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے: ''جب عقیدہ وعمل میں فساد برپا ہوتا ہے اور معاشرہ فسق وفجور میں مبتلا ہوجاتا ہے اور گمراہ گر مفسدین اپنی ریشہ دوانیوں سے اسلامی معاشرہ میں ارتداد فی الدین کی تحریک، فرسودہ تحقیق واجتہاد کے نام چلاتے ہیں جس کے نتیجے میں کتاب وسنت پر عمل ترک ہونے لگتا ہے اور دین کی شکل مسخ ہونے لگتی ہے تو مجدد اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق علوم ظاہری (عقلیہ ونقلیہ)، شریعت وطریقت، اور علم لدنی سے آراستہ اور جرائت واستقامت کے حسن عمل سے پیراستہ ہوکر نبی کریم ﷺ کا مظہر ہوکر نیابت کا حق ادا کرتا ہے، دین کے چہرے پر پڑی گرد وغبار کو صاف کرکے اس کے چہرے کے حسن کو نکھارتا ہے، اہل ضلالت وبدعت کی بیخ کنی کرتا ہے، عقیدہ وعمل کے فساد کو دور کرکے خوش عقیدگی کو فروغ دیتا ہے، مجدد کو اپنے کار منصبی کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کی تائید وحمایت حاصل ہوتی ہے جبکہ ہم عصر علماء، اولیاء، اتقیاء، نقباء، نجباء، صلحا واصفیاء اور عرفاء کی معاونت ونصرت بھی حاصل ہوتی ہے۔'' (اس صدی کا مجدد کون؟ ص ۵)

امام احمد رضا نے جس دور میں آنکھ کھولی سائنسی علوم کا ہر جانب چرچا تھا، سائنس کی لگام مادہ پرستوں کے ہاتھ میں تھی، نہ صرف ہند بلکہ سارے عالم میں اہل اسلام علوم وفنون سے بے تحاشہ دور ہوگئے تھے، غلامی کی ذلت کا پٹہ ان کے گلے میں تھا۔ ان حالات میں یورپ کے صنعتی انقلاب اور بے شمار نئی ایجادات نے ہلچل مچا رکھی تھی، مسلمانان عالم کے لئے بیشار سوالات پیدا کردیئے تھے، شاید اتنے

مسائل جدیدہ سے مسلمانوں کا پورے 1200/سو سال میں بھی واسطہ نہیں پڑا ہوگا جتنے مسائل کا انہیں تیرہویں اور چودھویں صدی میں سامنا کرنا پڑا، فلسفیانِ مغرب نے مذہب کو دقیانوسیت قرار دے دیا ان کے عوام نے مذہب کو کلیسا کی زینت بنا دیا، انفرادی اور اجتماعی طور پر مذہب سے تعلق مطلقاً ختم کر دیا گیا، ساری دنیا خصوصاً اہل اسلام کا رشتہ مذہب سے توڑ دینے اور سائنسی نظریات اور مغربی فلسفۂ آزادی کو دنیا کا واحد قانون بنانے کی کوششیں ہونے لگیں اور اس پر طرفہ یہ کہ تمامی بلاد اسلامیہ میں ایسے رہبر نما رہزن افراد تیار کئے گئے جو مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کی جان ''محبت مصطفیٰ ﷺ'' کو کھرچ دینے کے لئے جبہ و دستار کے بہروپ میں تھے۔ انہی لوگوں کے لئے لسان القوم ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا تھا۔

لباسِ خضر میں یاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں
اگر جینے کی خواہش ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

امام احمد رضا کو بنیادی طور پر دو محاذوں پر لڑنا تھا۔ ایک طرف رہبر نما رہزنوں سے مقابلہ تھا تو دوسری جانب سائنسی خرافات، جو مسلمانوں کے ایمان کو نگلنے کیلئے منہ پھاڑے کھڑی تھیں۔ اسی لئے خالق مطلق نے امام احمد رضا کو قدیم اسلامی علوم وفنون کا تو امام بنایا ہی جدید عصری علوم کا بھی مجدد بنایا۔ ان کی کتب وفتاویٰ کا مطالعہ اگر عصبیت سے دامن چھڑا کر انصاف کے ساتھ کیا جائے تو علوم عصریہ میں بھی ہر فن کے امام نظر آتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں 215 علوم سے متعلق اشعار موجود ہیں۔ [فن شاعری اور حسان الہند،ص:287] جہاں دیگر علوم وفنون امام احمد رضا کی بارگاہ میں سر جھکائے کھڑے نظر آتے ہیں وہیں سائنس بھی آپ کی بارگاہ میں کنیز کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام احمد رضا سائنس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

''سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات اور ازکار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے، جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی۔'' [فتاویٰ رضویہ،ج:27/ص:227]

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے علوم عقلیہ سے متعلق امام احمد رضا کی 100/سے زائد کتب کی فہرست مرتب کی ہے اور اسے ''ایک نامکمل فہرست'' قرار دیا ہے۔ فہرست میں 43/عربی، 26/فارسی، 34/اردو کتب شامل ہیں جو تقریباً 30/مختلف عقلی علوم سے متعلق ہیں۔ [قرآن سائنس اور امام احمد رضا،ص:20]

قرآن کریم خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہے: ''تبیانا لکل شیٔ'' اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن عظیم ''ہر چیز کا روشن بیان ہے۔'' یقیناً قرآن وہ جامع کتاب ہے جس میں ''ہر خشک وتر'' کا ذکر موجود ہے۔ قرآن عظیم کامل، اکمل اور مکمل دستور حیات بھی ہے، یہ کتاب ہدایت بھی ہے اور ذریعۂ نجات بھی ہے۔ قرآن ہمیں صرف عقائد و نظریات ہی نہیں بتاتا، عبادات و معاملات ہی نہیں سکھاتا بلکہ جدید سائنسی نظریات اور ایجادات سے متعلق بھی کلام مجید ہمارے لئے رہبرو رہنما ہے۔ ضرورت صرف اس سمندر سے وہ گہر تلاش کرنے کی ہے جس کی روشنی سائنس کی تاریکیوں کو مٹا سکے۔

یقینی اور لازمی طور پر قرآن مجید ہر علم وفن کا منبع اور سرچشمہ ہے اور ہر علم وفن کے متعلقین قرآن سے رجوع کرتے ہیں۔ جو قاری قرآن کی زبان ولغت سے واقف نہیں ہوتا وہ اپنی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ تلاش کرتا ہے تاکہ رب کریم کے کلام عظیم کی منشاء ومراد کو سمجھ سکے۔ یہی ضرورت قرآن عظیم کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کئے جانے کی وجہ ہے، اب مترجم قرآن اگر کلام الٰہی کی مراد کو نہ پہنچ سکے تو لازمی طور پر قاریٔ قرآن جو ترجمہ کے ذریعہ اس کی منشاء ومراد سمجھنا چاہتا ہے وہ اپنا مقصود حاصل نہیں کر سکتا اور قرآن عظیم کی منشاء ومراد کو وہی پہنچ سکتا ہے جس پر اللہ ﷻ کا کرم خاص ہو، صاحب قرآن ﷺ کا لطف و فیضان حاصل ہو۔ یہ خصوصیات اردو زبان کے مترجمین قرآن میں صرف امام احمد رضا ہی کو حاصل ہیں۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' وہ واحد ترجمۂ قرآن ہے جو سائنس سے

متعلق قرآنی اسرار کی وضاحت کرتا ہے دیگر تمام قرآنی تراجم اس سے بے بہرہ ہیں۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری ایک ماہر ارضیات ہیں ،کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ارضیات سے وابستہ ہیں ایک عرصہ سے علم ارضیات پڑھا رہے ہیں۔ وہ جب بحیثیت ماہر ارضیات امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''یہ ترجمہ ایک طرف فنی اعتبار سے مستند ترین ترجمہ ہے تو دوسری طرف مکمل سائنسی ترجمان ہے۔'' [قرآن سائنس اور امام احمد رضا/20]

مزید لکھتے ہیں: ''امام احمد رضا کے علوم وفنون کا مرکز قرآن حکیم ہے۔ امام احمد رضا ترجمۂ قرآن میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ جس آیت سے جس علم پر روشنی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ اسی علم کی مصطلحات میں کرتے ہیں۔''...... ''امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف دینی معلومات کے ساتھ ساتھ عقلی اور سائنسی علوم کے بھی مجدد اور امام ہیں۔ راقم کے ترجمۂ قرآن کے مطالعہ کے دوران کئی آیات سامنے آئیں جن کا علوم ارضیات سے گہرا تعلق تھا اور علم ارضیات کی اصطلاح میں صرف امام احمد رضا کا ترجمہ ہی واحد ترجمہ ہے جب کہ تمام اردو زبان کے مترجمین نہ صرف علم ارضیات بلکہ کسی بھی علم کی اصطلاحات میں ان آیات کا ترجمہ نہ کر سکے۔'' [قرآن کریم، امام احمد رضا اور سائنسی مصطلحات/ص:2]

ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے مذکورہ مقالاجات سے چند مثالیں مختصراً پیش خدمت ہیں جن کے ذریعہ قارئین بآسانی جان لیں گے کنزالایمان واحد ترجمہ ہے جو سائنٹفک ترجمۂ قرآن ہے۔

۱......وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ [سورۃ النباء:20]

ترجمۂ کنزالایمان: اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہوجائیں گے جیسے چمکتا ریتا پانی کا دھوکہ دیتا۔

امام احمد رضا کا یہ ترجمہ نہ صرف علم ارضیات وطبعیات کے اصول وقوانین کے مطابق ہے بلکہ تفاسیر اسلاف اور لغت کے بھی عین موافق ہے۔ تفسیر مدارک میں ''ســرابــا'' کی وضاحت ملاحظہ کیجئے:

''ریت کے ذرات جو پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں۔'' مفردات القرآن کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: ''جب شدت گرمی میں دوپہر کے وقت بیاباں میں جو پانی کی طرح ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے اس کو ''سراب'' کہتے ہیں۔'' اردو زبان کے تمام مترجمین سرابا کا ترجمہ صرف ریت کرتے ہیں جبکہ امام احمد رضا کا ترجمہ نہ صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ امام احمد رضا اس عمل سے واقف تھے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ قرآن فہمی کا جو ادراک انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا وہ صرف انہی کا خاصہ ہے۔

دراصل قیامت کے دن چونکہ زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگا جس کی وجہ سے پہاڑ سرکنا شروع ہوں گے،ٹوٹ کر گریں گے زمین پر تھرتھراہٹ کے باعث بڑے بڑے گڑھے پڑ جائیں گے زمین اسی دوران اپنا لاوا (Lava) اُگلے گی اور جب تمام لاوا ٹھنڈا ہوجائے گا اور زمین کی سطح پھر کسی حد تک ہموار ہوجائے گی لوگ دوبارہ زندہ کر کے اس زمین پر لائے جائیں اور سخت پیاس میں مبتلا ہوں گے تو یہ زمین دور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکا دے گی۔ لوگ پانی کی طرف دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا کیونکہ اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور اس تانبے کی زمین پر سورج کی شعاعیں پڑنے کے باعث اس کی سطح پر پانی کا گمان ہوگا۔ اس سارے منظر کے پیش نظر امام احمد رضا نے ''سرابا'' کا ترجمہ نہایت ہی سائنٹفک طریقہ پر کیا ہے۔

امام احمد رضا نے ''سرابا'' کا ترجمہ کرتے وقت سورۃ القارعہ کی آیت: ''وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝'' {اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی ہوئی روئی۔} اور سورۃ المرسلٰت کی آیت: ''وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝'' {اور جب پہاڑ غبار بنا کر اڑا دیے جائیں۔} میں بیان کی گئی قیامت کے دن پہاڑوں کی حالت کو مدنظر رکھ کر کیا ہے۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ترجمہ کے وقت امام احمد رضا کے نظر پورے قرآن پر رہی صرف وہی آیت یا لفظ محل نظر نہیں تھا جس کا ترجمہ کیا جارہا ہے اسی لئے امام احمد رضا کے ترجمہ میں کہیں کسی آیت کا ترجمہ دوسری جگہ کسی آیت کے متن یا ترجمہ سے ٹکراتا نہیں ہے۔

۲......وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ۝ [النزعات:30]

{اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔} [کنزالایمان]

اردو زبان کے مترجمین نے "دحٰھا" کا معنی پھیلنے کے بجائے "جماؤ" کیئے ہیں۔ جبکہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ جمانے سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ جمتی ہے اور پھیلنے سے حجم (رقبہ) بڑھتا ہے۔ علم ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔ یہ عمل اس طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں (OCEANS) یعنی بحیرۂ ہند، بحیرۂ اوقیانوس وغیرہ میں بیچوں بیچ 5 رتا 6 رمیل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں ہیں۔ جن کو Oceanic Trenches کہا جاتا ہے موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں، ان خندقوں سے ہروقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا (Lava) نکل رہا ہے۔ جب نیا لاوا نکلتا ہے تو وہ پہلے سے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا (کھسکاتا) ہے۔ خندق کے کنارے پر جو یہ عمل ہوتا ہے تو اس سرکنے سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے یعنی زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔

[The Revolving Earth, Page 63]

اسی وجہ سے براعظم برابر پھیل رہے ہیں، اس پھیلنے کی رفتار مختلف براعظموں کی مختلف ہے، کوئی براعظم 3 ر اور کوئی 4 رسینٹی میٹر سمندر سے اونچا ہو جاتا ہے۔ سمندر کی 6 رمیل گہری تہہ میں قدرت کا یہ عمل کوئی اور نہ دیکھ سکا امام احمد رضا نے علوم باطنی کی روشنی میں یہ سائنسی عمل ملاحظہ فرمالیا، اسی لئے آیت کا ترجمہ علم ارضیات کی اصطلاح کے مطابق کیا ہے۔

۳......وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ [الانبیاء :31]
{اور ہم نے زمین میں لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے۔} [کنزالایمان]

علم ارضیات کے مطابق زمین اپنی پیدائش کے وقت سے مسلسل ہچکولے کھارہی تھی، اس میں جنبش اور تھرتھراہٹ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا فرما کر اسے سکون بخشا۔ پہاڑ زمین کے نیچے موجود لاوے میں اسی طرح لنگر انداز ہیں جیسے سمندری جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے۔ سمندری جہاز کے لنگر (Anchor) جس طرح جہاز کو روکے رکھتے ہیں اسی طرح یہ پہاڑ زمین کا توازن برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ جہاں کہیں اس توازن میں فرق آتا ہے وہاں زلزلہ آجاتا ہے اور بعض اوقات بڑی بڑی دراڑوں (Deep Faults) کے ذریعہ وہ لاوا اوپر آجاتا ہے جو زمین کے نیچے ہر جگہ موجود ہے کہیں اس کی گہرائی ہزاروں فٹ ہے تو کہیں کئی سو میل۔

امام احمد رضا نے "رواسی" کا ترجمہ "لنگر" کیا ہے جب کہ دیگر مترجمین نے معنی بھاری بوجھ یا پہاڑ کیا ہے۔ مثلاً:

"بھاری بوجھل پہاڑ"	ڈپٹی نذیر احمد دہلوی
"بھاری بوجھ"	محمود الحسن دیوبندی
"جمے ہوئے پہاڑ"	ابوالکلام آزاد
"بھاری بھاری پہاڑ"	مقبول احمد دہلوی
"پہاڑ"	محمد میمن جوناگڑھی
"مضبوط پہاڑ"	مولوی فیروزالدین

امام احمد رضا کا ترجمہ اس سائنسی عمل کو ظاہر کرتا ہے جو قدرت نے زمین کا توازن برقرار رکھنے کیلئے فرمایا ہے کیونکہ آپ اس عمل سے واقف تھے جبکہ دیگر مترجمین اس حقیقت تک نہ پہنچ سکے۔

۴......يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ○ [الرحمٰن:33] {اے جن وانس کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان و زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔} [کنزالایمان]

امام احمد رضا کا ترجمہ یہ ثابت کرتا ہے کہ زمین کے کناروں نکلنا سے آسمان تو نہیں مگر نکلا جاسکتا ہے لیکن جن وانس زمین کی وسعتوں سے نکل کر جہاں کہیں بھی پہنچ جائیں مگر خالق کائنات کی سلطنت سے، اس کی خدائی سے باہر نہیں جاسکتے۔ انسان ترقی کرتے کرتے اس قابل تو ہو گیا کہ زمین کے کناروں سے نکل جائے اور اس کی مثال چاند پر انسان کا پہنچ جانا ہے۔ جب کہ دیگر مترجمین کے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان زمین کے کناروں سے نکل نہیں سکتا، مثلاً: فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ○

"مگر بدوں زور کے نکل نہیں سکتے (اور زور ہے ہی نہیں)" اشرف علی تھانوی
"اور زور کے سوا تم نکل سکتے ہی نہیں" فتح محمد جالندھری
"مگر کچھ ایسا ہی زور ہو تو نکلو" ڈپٹی نذیر احمد

"تم بغیر قوت اور غلبہ کے نکل ہی نہیں سکتے" فرمان علی شیعہ

"نہیں بھاگ سکتے اس کے لئے بڑا زور چاہیئے" مودودی

منشاء الٰہی تک پہنچنا تو دور کی بات ہے یہ مترجمین تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کہاں لفظ کا کون سا معنی لیا جانا چاہیئے اسی لیے یہاں "سلطن" کا معنی "سلطنت" کے بجائے "زور اور غلبہ" معنی کرتے رہے۔

۵......وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ٥لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ٥فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ٥[الانشقاق 18،19،20] [اور چاند کی قسم جب کامل ہو جائے ٥ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے ٥تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے] [کنزالایمان]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان زمین کے کناروں سے نکلے گا تو کہاں تک پہنچ سکے گا؟ کیا اس کی پہنچ دوسرے سیاروں تک بھی قدم رکھ سکے گا؟ تو قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ جب انسان فضاؤں کا سینہ چیرتا ہوا باہر نکلے گا تو اس کی اگلی منزل چاند ہوگی اور جو (نیل آرمسٹرانگ اور ایڈن ایلڈرن) وہاں پہنچیں گے وہ مومن نہیں ہونگے لیکن یہاں بھی اگر کسی کی رسائی حقیقت تک ہوئی تو وہ با امام احمد رضا ہی تھے۔ بات آپ نے بھی وہی کہی جو دیگر مترجمین نے کہی لیکن الفاظ کا چناؤ نہ صرف عبارت میں نکھار پیدا کر رہا ہے بلکہ سائنسی پہلو بھی اجاگر کر رہا ہے۔

دیگر چند مترجمین کے تراجم ملاحظہ ہوں: "٥لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ"

"البتہ سوار ہو گے تم ایک حالت پر ایک حالت سے" شاہ رفیع الدین

"کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے" اشرف علی تھانوی

"کہ تم درجہ بدرجہ (رتبۂ اعلیٰ) پر چڑھو گے" فتح محمد جالندھری

"کہ تم لوگ اسی طرح درجہ بدرجہ منزل ہستی کو طے کرو گے" ڈپٹی نذیر احمد

"کہ تم لوگ ضرور ایک سختی کے بعد دوسری سختی میں پھنسو گے" فرمان علی

قارئین کرام! جہاں یہ مثالیں "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کو اردو زبان کا واحد سائنٹفک ترجمہ ثابت کرتی ہیں وہیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا میں ہر وہ شرط موجود ہے جسے ائمہ کرام نے مترجم یا مفسر قرآن کیلئے ضروری قرار دیا ہے باقی تمام شرائط جو کوشش و کاوش کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہیں وہ تو سب ایک طرف رہیں امام احمد رضا میں وہ شرط بھی پائی جاتی ہے جس کی تحصیل ممکن نہیں یعنی "علم لدنی" یہ نعمت تو اسی کو ملتی ہے وہ جس پر خصوصی کرم الٰہی ہوتا ہے، جس پر مصطفیٰ کریم ﷺ کی رحمتوں کی برسات ہوتی ہے اور امام احمد رضا کو یہ نعمت وافر مقدار میں عطا فرمائی گئی تھی اسی لئے وہ فرماتے ہیں۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

......☆کنزالایمان پر اعتراضات☆......

اور تمہاری طرح نہ انہیں ایسا بشر کہنے کے قائل جو عجز و نادانی میں دوسروں کے برابر ہو۔ ہمارے نزدیک دونوں مردود جو ان کی بشریت کا منکر ہو، وہ بھی اور جو انہیں اپنے جیسا کہے وہ بھی، لیکن معترض بہادر! آپ نے دعویٰ پر بطور سند جو شعر پیش کیا ہے اس کے بارے میں صرف اتنا کہنا ہے کہ اگر یہ انکار بشریت ہے تو شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا کہ: "تیری بشریت کا اصلاً وجود نہ ہے۔" بدرجۂ اولیٰ انکار ہوگا۔ حالانکہ چہ گویند علماء ملت دیوبند یہ آگے پھر جناب نے ماہر القادری کے دو شعر نقل کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

محمد مصطفیٰ کی شان رفعت اور ہی کچھ ہے
بظاہر تو بشر ہیں اور حقیقت اور ہی کچھ ہے

پردۂ میم ہٹ گیا وصل حبیب ہو گیا
نور سے نور جا ملا صل علیٰ محمد

پہلا شعر ہمارے نزدیک بالکل درست ہے اور اقوال علماء کا جو ابھی گزرے عین مفاد ہے۔ ہاں! دوسرا شعر البتہ ابہام سے خالی نہیں ضرور خلاف احتیاط ہے، جس سے بچنا ضروری و اللّٰہ سُبحٰنہ و تعالیٰ اَعلَم

پھر لکھتے ہیں: "ان لوگوں نے ذاتی و عطائی کی منطق کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو صفات خداوندی کے درجہ تک پہنچا دیا ہے...... الخ" معترض بہادر! شروع سے آخر تک یہی الزام طرح طرح سے دہرائے جا رہے ہیں کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے نزدیک خدا ہیں اور ہر مرتبہ ناکام ہوئے اور وہ الزام خود اپنے سر لاد چکے ہیں۔ اب کہ نئی صورت میں یہ الزام دیا ہے اور اس مرتبہ بھی عقل کو ہاتھ سے دیا ہے۔ صاحب بہادر! اللہ کی کوئی صفت عطائی نہیں کہ کسی کی دین ہو اس کی ہر صفت ذاتی ہے تو عطائی کو بھی اللہ کی صفت کہنا یہ وہ شرک ہے جس سے تم اپنے زعم میں بھاگے تھے۔ یہ دیکھو وہ تمہارے سر پر آ رہا کیونکہ جب اللہ کی صفت بھی عطائی ٹھہری اور عطائی غیر کی دین ہوتا ہے تو لازم ہو کہ اللہ سے اوپر بھی کوئی ہو جس نے اسے صفات بخشیں ۔۔۔ و العیاذ باللہ تعالیٰ اور یہ عین شرک اور قاطع توحید ہے۔ ع ......لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا...... وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ذاتی اور عطائی کی تقسیم صحیح ہے۔

حال احوال

ادارہ

حضور تاج الشریعہ کا دورۂ مصر و شام 2009

عمرہ اور زیارت مدینہ کے بعد حضور تاج الشریعہ مصر اور شام علمی، تبلیغی و روحانی دورے کیلئے شام تشریف لے گئے۔

بدھ 29/ اپریل 2009ء...... حضورت تاج الشریعہ دن 10:45 بجے دمشق ائیر پورٹ، شام پہنچے۔ شیخ عمر عراقی (سابق مدرس جامعۃ الرضا، بریلی شریف) مولانا عامر اخلاق صدیقی، سید عامر علی شاہ، اجلال طیب اختر القادری آپ کے استقبال کے لئے ائیر پورٹ پر موجود تھے۔

بعد نماز عصر شام میں زیر تعلیم ہند و پاک کے طلباء حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور نماز مغرب تک حضور سے مستفیض ہوتے رہے بعد ازاں طلباء نے آپکی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی پھر دست بوسی و دعاؤں کی درخواست کیساتھ رخصت ہوئے۔

حضور تاج الشریعہ کو اعلم علمائے شام الشیخ عبد الرزاق حلبی (آپ کی عمر تقریباً 100 سال ہے اور آپ شام میں ثانی امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں) نے عشائیہ پر مدعو کیا۔ حضور تاج الشریعہ کو لینے کے لئے مفتی دمشق الشیخ عبد الفتاح البزم (آپ سال گذشتہ عرس رضوی کے موقع پر حضور تاج الشریعہ کی دعوت پر بریلی شریف تشریف لائے تھے۔) کے صاحبزادے الشیخ وائل بزم تشریف لائے تھے اس موقع پر شیخ عبد الرزاق حلبی، شیخ عبد الفتاح البزم و دیگر نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ مفتی دمشق نے حضور تاج الشریعہ کا تعارف کرایا۔ بقول مفتی دمشق شیخ عبد الفتاح البزم، جب حضور تاج الشریعہ اور الشیخ عبد الرزاق حلبی معانقہ فرما رہے تھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ 2/ روحیں مل رہی ہوں اور مدتوں کی شناسائی ہو، حالانکہ دونوں بزرگوں کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ رات گئے تک یہ علمی محفل جاری رہی۔

جمعرات 30/ اپریل 2009ء...... حضور تاج الشریعہ تقریباً دن 11/ بجے شام کے شہر حمص کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں حضرت سب سے پہلے قاضی القضاۃ حمص الشیخ سعید الکحیل کے یہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے حضور تاج اشریعہ کا شاندار استقبال فرمایا اور معانقہ و دست بوسی فرمائی۔ دوران ملاقات حضور تاج الشریعہ نے سیدنا اعلیٰ حضرت ﷺ کی کتب الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء اور قوارع القھار فی الرد المجسمۃ الفجار (جن کی تعریب، تحقیق و تعلیق حضور تاج الشریعہ نے فرمائی ہے)، اپنی کتب ر ادلۃ مشارع، اصحابی کالنجوم اور عربی قصائد کا مجموعہ شیخ سعید کو پیش کیا۔ جواب میں شیخ سعید نے حضور تاج الشریعہ سے دعاؤں کی درخوست کی اور اپنی کچھ کتب پیش کیں۔ حضور تاج الشریعہ نے شیخ سعید الکحیل کو اجازت حدیث عطا فرمائی اور بریلی شریف آنے کی دعوت بھی دی۔

بعد ازاں حضور تاج الشریعہ نے شیخ سعید کے ہمراہ عظیم الشان جامع مسجد حمص "جامع سیدنا خالد بن ولید" میں حضرت خالد بن ولید کے مزار شریف پر حاضری دی۔ (شیخ سعید اس مسجد کے خطیب و امام ہیں) یہاں حضور تاج الشریعہ نے نماز ظہر کی امامت فرمائی اس موقع پر جم غفیر نے حضور تاج الشریعہ سے ملاقات و دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

بعدۂ حضور تاج الشریعہ حمص کے مشہور قبرستان "مقبرۃ القدیف" تشریف لے گئے۔ اس قبرستان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں تقریباً 800/ صحابۂ کرام مدفون ہیں۔ حدیث مبارکہ میں اس قبرستان کی فضیلت میں آیا ہے کہ یہاں مدفون 70/ ہزار خوش نصیب بغیر حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔ (او کما قال النبی ﷺ)
یہاں سے حضور تاج الشریعہ واپس دمشق روانہ ہوئے۔

بعد نماز مغرب رہائشگاہ پر ملاقات کے لئے آنے والوں کو حضرت نے زیارت و دست بوسی کا شرف بخشا۔ بعد نماز عشاء آپ "جامعۃ التوبہ" دمشق کی دعوت پر وہاں منعقدہ "مجلس الوفاء" میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے۔ (یہ مجلس جامعۃ التوبہ میں ہر اسلامی مہینہ کی پہلی جمعرات کو منعقد ہوتی ہے) مسجد جامعۃ التوبہ کے امام و خطیب شیخ ہشام برہانی (آپ حضور تاج الشریعہ کے جامعہ ازہر کے زمانۂ طالب علمی کے ساتھی بھی ہیں) نے حضور تاج الشریعہ کا پرتپاک

استقبال کیا اور آپ کو منبر شریف پر جگہ پیش کی ۔ شیخ ہشام برہانی نے جامعہ سے فارغ ہونے والے قرأۃ حفص اور سبعہ عشرہ کے طلباء کو حضور تاج الشریعہ کے دست اقدس سے انعامی کتب دلوائیں ۔ اس محفل میں حضور تاج الشریعہ نے اپنا عربی قصیدہ بھی سنایا نیز محفل کے اختتام پر دعا بھی فرمائی ۔ اس موقع پر بھی بے شمار افراد نے آپ سے ملاقات اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

جمعہ 1/ مئی 2009ء ...... دن میں حضور تاج الشریعہ زیارات کیلئے تشریف لے گئے ۔ سب سے پہلے دمشق میں "باب الصغیر" کے قبرستان تشریف لے گئے جہاں کئی صحابۂ کرام اور اہل بیت خصوصاً حضرت بلال حبشی ، ام المومنین سیدہ حفصہ ، ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مزارات ہیں ۔ اس کے بعد آپ "جامع اموی" تشریف لے گئے ۔ یہ دنیا کی قدیم ترین مساجد میں شمار ہوتی ہے ۔ یہاں حضرت یحیٰی بن زکریا علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف واقع ہے ۔ حضور تاج الشریعہ نے 2/ رکعت نفل ادا فرمائے اور مزار شریف پر حاضری دی ۔ یہاں سے آپ شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار شریف واقع "قاسیون" کیلئے روانہ ہو۔

بعد نماز مغرب حضرت کی جانب سے علماء شام کے لئے دعوت کا اہتمام کیا گیا ۔ محفل کا آغاز تلاوت کلام پاک و نعت مصطفیٰ ﷺ سے ہوا ۔ محفل میں علماء شام کی بڑی تعداد تشریف فرما تھی ، چند اکابر علماء کے نام درج ذیل ہیں ۔

(۱) الشیخ عبدالهادی الخرسہ
(۲) الشیخ عبدالفتاح البزم
(۳) الشیخ عبدالجلیل العطا
(۴) الشیخ نضال آل رشی
(۵) الشیخ عبدالقادر طاہر
(۶) الشیخ عبدالتواب الروطان
(۷) الشیخ علاؤ الدین حاتک
(۸) الشیخ محمد خیر طرشان
(۹) الشیخ اسماعیل زبی
(۱۰) دکتور عبدالرزاق ایمن شوا

محفل میں الشیخ علاؤ الدین حاتک اور الشیخ محمد خیر طرشان نے (یہ حضرات حضور تاج الشریعہ کی دعوت پر 2009ء میں عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف تشریف لائے تھے) حضور تاج الشریعہ کا شاندار تعارف پیش کیا اور ہندوستان میں حضرت کی علمی اور روحانی خدمات پر روشنی ڈالی۔

محفل مبارکہ میں حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کیلئے الشیخ فاتح الکتانی بھی تشریف لائے ۔ (شیخ الکتانی سید ہیں آپ کی عمر سو سال کے قریب ہے) حضور تاج الشریعہ نے شیخ الکتانی کے متعلق فرمایا ، مجھے چاہیے تھا کہ میں ان کی زیارت کیلئے جاتا۔

محفل میں مفتی دمشق شیخ عبدالفتاح البزم ، شیخ اسماعیل زبی اور شیخ نضال آل رشی نے بھی خطاب فرمایا ۔ مفتی دمشق نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ، آپ (حضور تاج الشریعہ) کے آنے سے ہمارا شام روشن و منور ہوگیا ۔ نیز انھوں نے بریلی میں اپنی حاضری کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ، جب میں نے آپ سے محبت کرنے والوں کو دیکھا تو مجھے صحابہ کی محبت کی یاد تازہ ہوگئی کہ ایمان یہ کہتا ہے کہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کی اسی طرح قدر کرنی چاہیے ۔ محفل کا اختتام حضور تاج الشریعہ کے عربی سلام اور آپکی دعا پر ہوا اور آپ کی کتب علماء کو پیش کی گئیں ۔

ہفتہ 2/ مئی 2009ء ...... دن تقریباً 11/ بجے "دیر الزور" (عراق سرحد کے قریب واقع شام کا شہر) سے علماء کا وفد ملاقات کے لئے تشریف لایا ۔ بعدہ دمشق کے "معهد الدولي لتعليم اللغةالعربيه و الشريعة" کے مدیر تشریف لائے ۔ دوران ملاقات مختلف علمی موضوعات زیر بحث آئے ۔

شام 4:30/ بجے صاحبزادہ مفتی دمشق شیخ وائل بزم حضور تاج الشریعہ کو الشیخ رمضان سعید بوطی (آپ شام کے علمی حلقوں میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں) سے ملاقات کے لئے لے جانے حاضر خدمت ہوئے ۔ یہاں بھی علمی گفتگو رہی اور شیخ رمضان سعید بوطی نے حضور تاج الشریعہ سے ملاقات پر اظہار مسرت فرمایا ۔ اس موقع پر دونوں بزرگوں کے درمیان کتب کا تبادلہ بھی ہوا ۔

رہائش گاہ واپسی پر حضرت نے منتظر طلباء و طالبات سے علیحدہ علیحدہ ملاقات فرمائی ۔ خواہش مند مقامی اور بیرونی طلباء کو شرف بیعت سے نوازا ۔ طلبہ نے نماز عشاء حضرت کی امامت میں ادا کی ۔

بعد نماز عشاء شیخ علاؤ الدین حاتک حضور تاج الشریعہ کو رات کے کھانے کیلئے اپنے گھر لے گئے ۔ اس موقع پر مفتی دمشق بھی موجود تھے ۔ یہاں سے حضور تاج الشریعہ ، الشیخ ابوالهدی الیعقوبی

(آپ شام کے جید عالم دین ہیں۔ اجازت حدیث کیلئے محفل منعقد کرتے ہیں صحاح ستہ وغیرہ کی اجازت بالسماع عنایت کرتے ہیں) سے ملنے ان کے گھر پہونچے۔ علمی گفتگو اور کتب کا تبادلہ بھی ہوا۔ آپ نے ایک طغرہ جس پر عربی قصیدہ نقش تھا حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں پیش کیا روانگی کے وقت الشیخ ابوالھدی الیعقوبی نے اپنے اور بچوں کیلئے دعا کی درخواست کی، حضرت نے ان کو دعاؤں سے نوازا اور پانی دم کر کے عنایت فرمایا۔

اتوار 3/ مئی 2009ء ...... تقریبا دن 12/ بجے الشیخ ابوالخیر الشنار تشریف لائے۔ حضور تاج الشریعہ کی کتب پر اپنی علمی رائے پیش کی اور اپنی کتب بھی حضرت کی بارگاہ میں پیش کیں۔ بعدہ طلبہ سے ملاقات فرمائی اور انہیں آٹوگراف اور نصائح سے نوازا۔ ہندوپاک کے طلبہ نے بیعت، تجدید بیعت یا طالب ہونے کا شرف حاصل کیا۔

تقریبا 3/ بجے حضور تاج الشریعہ مصر کیلئے روانہ ہوگئے، آج حضور تاج الشریعہ تقریبا 43/ سال بعد مصر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے جامعہ ازہر مصر سے 1966ء سند فراغت حاصل کی تھی۔

پیر 4/ مئی 2009ء ...... یوں تو جامعہ ازہر کے لاتعداد فرزند ایسے ہیں جن پر افراد اور خاندانوں، علاقوں اور خطوں ہی کو نہیں، خود جامعہ ازہر بلکہ تمام عالم اسلام کو بھی ناز ہے لیکن آج جس شخصیت نے جامعہ میں ورود فرمایا، اہل جامعہ ہی نہیں جامعہ کے در و دیوار بھی ان کے منتظر تھے، ایک بہار جانفزا جامعہ کی فضاؤں میں اتر آئی تھی۔ 11/ تا 12/ بجے حضور تاج الشریعہ کی ملاقات مصر کے امام اکبر، شیخ الازہر علامہ سید محمد طنطاوی سے ہوئی۔ مختلف موضوعات پر دونوں بزرگوں کے درمیان گفتگو رہی۔ شیخ الازہر نے 2/ مسائل جن میں پہلے آپ کا موقف حضور تاج الشریعہ سے مختلف تھا اس ملاقات میں حضور کے موقف کی تائید فرمائی۔

1 ...... حدیث مبارکہ ''اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم'' کو شیخ الازہر موضوع خیال فرماتے تھے لیکن اب آپ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث تلقی بالقبول سے مقبول ہوگئی ہے اور موضوع نہیں ہے۔''

2 ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام ''تارخ'' تھا۔ ''آزر'' جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، جو مشرک تھا۔ یہ مسئلہ بھی حضرت شیخ الازہر نے قبول فرمایا۔

ان دونوں موضوعات پر حضور تاج الشریعہ کی تصانیف موجود ہیں جو مصر اور بیروت سے شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت شیخ الازہر آپ کے علمی مقام اور ورع و تقوی سے بے حد متاثر نظر آئے۔ شیخ الازہر نے علمائے ہند اور علماء مصر کے درمیان روابط پر زور دیا اور خود ہندوستان تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ نیز جامعہ ازہر اور حضور تاج الشریعہ کے ادارہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے درمیان ہر قسم کے علمی تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی۔ حضور تاج الشریعہ نے اپنی اور سیدی اعلیٰ حضرت کی کتب بھی شیخ الازہر کو پیش کیں۔

شام 4/ بجے جامعہ ازہر کے مرکز صالح عبداللہ کامل میں حضور تاج الشریعہ کے اعزاز میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں طٰہ ابو کریشہ (نائب رئیس جامعہ ازہر)، الشیخ طٰہ حبیشی الدسوقی، دکتور فتحی حجازی، دکتور احمد ربیع احمد یوسف، دکتور حازم احمد محفوظ، شیخ جمال فاروق الدقاق، شیخ محمود حبیب کے علاوہ جامعہ ازہر، جامعہ عین الشمس، جامعہ قاہرہ، جامعہ دول العربیہ کے اساتذہ اور دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے طلباء نے شرکت کی۔ علامہ جلال رضا الازہری نے نظامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ کانفرنس سے پروفیسر عبدالقادر نصار، علامہ طٰہ حبیشی الدسوقی، علامہ سعد جاویش وغیرہم نے خطاب فرمایا۔ خصوصی خطاب حضور تاج الشریعہ نے فرمایا۔ 35/ منٹ دورانیہ کے اس بیان میں حضور تاج الشریعہ نے فصاحت و بلاغت اور علم و فن کے وہ جوہر دکھائے کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ بعد ازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی اور آخر میں علامہ گل محمد الازہری نے کلمات تشکر ادا کیے۔ اس موقع پر حاضرین کے لئے پرتکلف طعام کا اہتمام بھی تھا۔ کانفرنس کے بعد علماء کرام اور طلباء سے حضور تاج الشریعہ نے ملاقات فرمائی۔ یہ کانفرنس اس اعتبار سے منفرد تھی کہ برصغیر کے کسی عالم دین کے اعزاز میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کانفرنس تھی۔

منگل 5/ مئی 2009ء ...... 1/ بجے دوپہر حضور تاج الشریعہ کی خصوصی ملاقات جامعہ ازہر کے صدر الشیخ احمد طیب اور مشہور عرب قلم کار الشیخ عبد اللہ کامل سے ادارۃ الجامعہ میں ہوئی...... بقیہ صفحہ ۲۶/ پر ملاحظہ فرمائیں